THE BADR WEEKLY QADIAN-143516

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم — وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

POSTAL REGISTRATION NO. P/GDP-23.

جلد ۴۰ — شمارہ ۳

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر:- عبد الحق فضل

نائب:- قریشی محمد فضل اللہ

شرح چندہ
سالانہ ۷۵ روپے
ششماہی ۵۰-۳۷ روپے
ممالک غیر بذریعہ ہوائی ڈاک ۲۵۰ روپے
فی پرچہ ایک روپیہ پچاس پیسے

THE WEEKLY "BADR" QADIAN-143516

ہفت روزہ بدر قادیان ...

۳۰ جمادی الثانی ۱۴۱۱ ہجری — ۱۷ صلح ۱۳۷۰ ہش — ۱۷ جنوری ۱۹۹۱ء

بفضل اللہ تعالیٰ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔ الحمد للہ۔

احباب کرام حضور انور کی صحت و سلامتی، درازیٔ عمر، خصوصی حفاظت اور مقاصد عالیہ میں معجزانہ فائز المرامی کے لئے تواتر کے ساتھ دعائیں جاری رکھیں۔

از محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت

عراق حضرت فضل عمرؓ کی نظر میں

سرزمین عراق دُنیا کی قدیم ترین تہذیبوں کا گہوارہ رہی ہے جس کی عمرانی اور تمدنی تاریخ کا آغاز یونان کی ابتدائی ملکی حکومت سے بھی تقریباً ۱½ ہزار سال قبل ہوتا ہے۔ مشہور فرانسیسی مورخ ڈاکٹر گستاؤلی بان نے "تمدنِ عرب" میں لکھا ہے کہ اندلس اور عراق کی مسلمان حکومتوں کی ترقی کئی صدیوں تک گویا متوازی واقع ہوئی تھی۔ ایسے زمانہ میں جبکہ یورپ جہالت کی ظلمتوں میں ڈوبا ہوا تھا بغداد اور قرطبہ ہی نے تمام عالم میں نور پھیلایا۔ اُس زمانہ کے ایک عظیم سیاح ابوالقاسم دیلمی کا بیان ہے کہ میں نے سمرقند سے لے کر قیروان تک اور سرندیپ سے لے کر روم تک کا سفر کیا مگر بغداد سے بہتر اور پاکیزہ شہر نہیں دیکھا۔ بغداد سے نکلنے کے بعد ساری دنیا دیہات معلوم ہوتا ہے۔ (تاریخ خطیب جلد ۱ صفحہ ۷۷)۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران عراقی لیڈر شیخ رشید علی جیلانی اور اُن کے رفقاء نے خفیہ طور پر نازی طاقتوں سے سازباز کرلی تھی۔ جس کے نتیجہ میں عراق ہی نہیں حجاز مقدس، ترکی ایران اور شام اور فلسطین اور افغانستان وغیرہ ممالک پر جنگ کے مُہیب بادل چھا گئے جس نے مسلمانانِ عالم کو سخت متفکر اور پریشان کر دیا۔

اس نازک ماحول میں سیدنا حضرت فضل عمرؓ نے ۲۵ مئی ۱۹۴۱ء کو "عراق کے حالات پر تبصرہ" کے زیر عنوان لاہور ریڈیو اسٹیشن سے ایک حقیقت افروز تقریر فرمائی جسے دہلی اور لکھنؤ کے اسٹیشنوں نے نشر کیا جو ملک کے مختلف حلقوں میں بہت پسند کی گئی۔ دہلی کے اخبار "ریاست" (۲ جون ۱۹۴۱ء) نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:-

"قادیان کی احمدی جماعت کے پیشوا کی اخلاقی جرأت، آپ کا بلند کیریکٹر اور آپ کی صاف بیانی دلچسپی اور مسرت کے ساتھ محسوس کی جائے گی جس کا اظہار آپ نے پچھلے ہفتہ اپنی ریڈیو کی تقریر میں فرمایا۔"

اس معرکہ آراء خطاب کا ابتدائی حصہ ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔ حضورؓ نے فرمایا:-

"عراق کا دارالخلافہ بغداد اور اس کی بندرگاہ بصرہ اور اس کے تیل کے چشموں کا مرکز موصل ایسے مقامات ہیں جن کے نام سے ایک مسلمان بچپن ہی سے روشناس ہو جاتا ہے۔ بنو عباس کی حکومت علوم و فنون کی ترقی کو مدِنظر رکھتے ہوئے طبعاً مسلمانوں کے لئے ایک خوشکن یادگار ہے۔ لیکن الف لیلہ جو عربی علوم کی طرف توجہ کرنے والے بچوں کی بہترین دوست ہے اُس نے تو بغداد اور بصرہ اور موصل کو اُن سے اس طرح روشناس کر رکھا ہے کہ آنکھیں بند کرتے ہی بغداد کے بازار اور بصرہ کی گلیاں اور موصل کی سڑکیں اُن کے سامنے اس طرح آ کھڑی ہوتی ہیں گویا انہوں نے ساری عمر انہی میں بسر کی ہے۔ میں اپنی نسبت تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ بچپن میں بغداد اور بصرہ مجھے لنڈن اور پیرس سے کہیں زیادہ دلکش نظر آیا کرتے تھے۔ کیونکہ اوّل الذکر میرے علم کی دیواروں کے اندر بند تھے اور ثانی الذکر میری قوتِ واہمہ کے ساتھ تمام عالم میں پرواز کرتے نظر آتے تھے۔ جب ذرا بڑے ہوئے تو علم حدیث نے امام احمد بن حنبلؒ کو، فقہ نے امام ابو حنیفہؒ اور امام یوسفؒ کو، تصوف نے جُنیدؒ، شبلیؒ اور سید عبدالقادر جیلانیؒ کو، تاریخ نے عبدالرحمٰن بن قیمؒ کو، علم تدریس نے نظام الدین طوسی کو، ادب نے مبرّد، سیبویہ جریر اور فرزدق کو، سیاست نے ہارون، مامون اور ملک شاہ جیسے لوگوں کو جو اپنے اپنے دائرہ میں یادگارِ زمانہ تھے اور ہیں، ایک ایک کرکے آنکھوں کے سامنے لا کر اس طرح کھڑا کیا کہ اب تک اُن کے کمالات کے مشاہدہ سے دل اُمید سے پُر ہیں۔ اور افکار بلند پروازیوں میں مشغول۔

ان کمالات کے مظہر اور دلکشیوں کے پیدا کرنے والے عراق میں فتنہ کے ظاہر ہونے پر مسلمانوں کے دِل دُکھے بغیر کس طرح رہ سکتے ہیں۔ کیا ان ہزاروں بزرگوں کے مقابر جو دنیوی نہیں روحانی رشتہ سے ہمارے ساتھ منسلک ہیں ان پر بمباری کا خطرہ ہمیں بے فکر رہنے دے سکتا ہے۔ عراق سُنی اور شیعہ دونوں کے بزرگوں کے مقدس مقامات کا جامع ہے۔ وہ مقام کے لحاظ سے اسلامی دُنیا کے قلب میں واقع ہے۔ پس اس کا امن ہر مسلمان کا مقصود ہے۔ آج وہ امن خطرہ میں پڑ رہا ہے۔ اور دُنیا کے مسلمان اس پر خاموش نہیں رہ سکتے اور خاموش نہیں ہیں۔ دُنیا کے ہر گوشہ کے مسلمان اس وقت گھبراہٹ ظاہر کر رہے ہیں اور ان کی یہ گھبراہٹ بجا ہے کیونکہ وہ جنگ جس کے تصفیے کی افریقہ کے صحراء اور میڈیٹیرین کے سمندر میں اُمید کی جاتی تھی۔ اب وہ مسلمانوں کے گھروں میں لڑی جائے گی ..... ان حالات میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس فتنہ کو اس کی ابتداء میں ہی دبا دینے کی کوشش کرے۔ ابھی وقت ہے کہ جنگ کو پرے دھکیل دیا جائے ...... اگر خدانخواستہ بڑی تعداد میں فوجیں یہاں داخل ہو گئیں تو یہ کام آسان نہ رہے گا۔ **جنگ کی آگ سُرعت کے ساتھ عرب صحراء میں پھیل جائے گی۔**

..... اس جنگ (یعنی دوسری عالمگیر جنگ۔ ناقل) کے بعد پولینڈ اور زیکوسلوکیہ کی آزادی ہی کا سوال حل نہیں ہونا چاہیئے **بلکہ متحدہ عرب کی آزادی کا بھی سوال حل ہو جانا چاہیئے ... شام فلسطین اور عراق کو ایک متحد اور آزاد حکومت کے طور پر ترقی کرنے کا موقع ملنا چاہیئے۔ انصاف اس کا تقاضا کرتا ہے۔**"

(الفضل ۲۸ مئی ۱۹۴۱ء صفحہ ۱-۲)

آہ! قریباً نصف صدی کے بعد عراق کی مظلوم مملکت ایک بار پھر استعماری طاقتوں کی زد میں آگئی ہے۔ اور اسی لئے سیدنا فضل عمرؓ کے فرزند دلبند اور ہمارے امام رابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے

(باقی دیکھئے صفحہ ۱۶ پر)

... پرنٹر پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر ... نگران بورڈ بدر ... قادیان

خطبہ عید الاضحیہ

حضرت ابراہیمؑ کو "الناس" کا امام بنایا جانا اس کا تعلق حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تھا

کیونکہ آپ کو چاروں OVER تمام طرفوں کا امام بنا کر دنیا میں بھیجا جانا تھا اور ایسا امام بنایا جانا تھا جس نے عملاً شمال پر بھی غلبہ پانا تھا اور جنوب پر بھی غلبہ پانا تھا مشرق پر بھی غلبہ پانا تھا اور مغرب پر بھی غلبہ پانا تھا اور تمام عالم میں کوئی جگہ باقی نہیں رہنی تھی

جہاں آپ کو روحانی غلبہ نصیب نہ ہوتا اور جہاں آپ روحانی مردے زندہ نہ کرتے!

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۳ وفا ۱۳۶۹ ہش مطابق ۳ جولائی ۱۹۹۰ء بمقام اسلام آباد (یو۔کے)

مکرم منیر احمد جاوید صاحب مبلغ سلسلہ دفتر .P.S لندن کا قلمبند کردہ یہ بصیرت افروز خطبہ عید الاضحیہ
ادارہ "بدر" اپنی ذمہ داری پر ہدیۂ قارئین کر رہا ہے ——— (ایڈیٹر)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۚ فِیْہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝

(سورۃ آل عمران: آیات ۹۷-۹۸)

بعدہٗ حضور نے فرمایا:۔

یہ دو آیات جن کی میں نے تلاوت کی ہے آل عمران کی ۹۷ اور ۹۸ آیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پہلا گھر جو بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے بنایا گیا یہ وہی گھر ہے جو بکہ میں ہے اور اس گھر کو مبارک کر دیا گیا ہے۔ "وَھُدًی" اور ہدایت کا موجب بنایا گیا ہے "لِّلْعٰلَمِیْنَ" تمام جہانوں کے لئے۔ اس میں کھلی کھلی خدا تعالیٰ کی نشانیاں ہیں یا کھلے کھلے نشانات ہیں۔ مَقَامُ اِبْرٰھِیْمَ یعنی مقام ابراہیم۔

"اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ" کے بعد عطف کا لفظ استعمال نہیں فرمایا یعنی "واؤ" (وَ) نہیں کہا۔ جس کے معنی ہیں: اور۔ یہ نہیں فرمایا کہ اس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے کھلے کھلے نشانات ہیں اور ابراہیم کا مقام بھی ہے۔ بلکہ یہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کھلے کھلے نشانات ہیں یعنی مقام ابراہیم۔ گویا مقام ابراہیم آیات بیّنات کا بدل ہے۔ اور دونوں ایک دوسرے کے ہم معنی ہیں۔ اور ایک ہی چیز کے گویا دو نام ہیں۔ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا۔ جو اس میں داخل ہو وہ امن میں آجاتا ہے۔ اور لوگوں پر خدا تعالیٰ کا ایک حق ہے کہ وہ اس گھر کا حج کیا کریں یعنی ان لوگوں پر جن کو استطاعت ہو کہ وہ اس حج کے مقام تک پہنچ سکیں۔ اور جو انکار کرے تو اس کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے تمام جہانوں سے۔ یعنی اگر تمام جہان بھی اس سے بے پرواہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اُن سے بے پرواہ ہو گا۔ اور اُسے کوئی بھی فرق نہیں پڑے گا۔

ان آیاتِ کریمہ میں جو لفظ

مقامِ ابراہیم

ہے یعنی رفع کی حالت میں مَقَامُ اِبْرٰھِیْمَ آتا ہے، اس کے متعلق میں آج احبابِ جماعت کو مخاطب ہونا چاہتا ہوں۔ قرآن کریم کے اندر یہ ایک کمال پایا جاتا ہے جو مستقلاً مسلسل بغیر استثناء کے شروع سے آخر تک چلتا ہے۔ اور وہ کمال یہ ہے کہ اس میں ایک بطن نہیں بلکہ بہت سے بطون ہیں۔ یعنی معنوں کی ایک سطح چلتی ہے اور اس کے نیچے پھر ایک اور معنوں کی سطح چلتی ہے۔ اور اس کے نیچے پھر ایک اور معنوں کی سطح چلتی ہے۔ اور اس طرح ظاہری سطح کے نیچے باطن میں مختلف مضامین کے دھاگے ایک دوسرے سے بندھے ہوئے آگے چلتے چلے جاتے ہیں۔ ان کو بطون کہا جاتا ہے۔ یعنی پیٹ کے اندر قرآن کریم کے بہت سے مضامین مخفی ہیں۔ اور جس طرح ظاہری مضامین کا ایک ربط ہے اسی طرح باطنی مضامین کا بھی ربط ہے جو ایک آیت کے مضمون کو دوسری آیت کے مضمون سے ملاتا چلا جاتا ہے۔

"مناسکِ حج" جن کو ہم کہتے ہیں یعنی قرآن کریم نے حج کے ارکان اُن فرائض کو، اُن حرکات اور سکون کو مناسکِ حج کا نام دیا ہے جو حج کے موقعہ پر حاجی ادا کرتے ہیں۔ مناسکِ حج کی حیثیت ایک بدن کی سی ہے جو حج کا بدن کہلا سکتا ہے۔ اور یہ بدن تقاضا کرتا ہے کہ اس بدن کی ایک روح بھی ہو۔ قرآن کریم کی جن آیات میں اس بدن کا بیان ہے انہیں آیات کے بطن میں اس کی روح کا بیان بھی ساتھ ساتھ جاتا ہے۔ اور یہ ایک بہت ہی حسین آمیزش ہے۔ یہ نہیں کہ روح کے بیان کے لئے علیحدہ مضامین کی ضرورت پیش آئے۔ اور علیحدہ بیان کی ضرورت پیش آئے بلکہ وہ آیات جو بدن کا مضمون بیان کرتی ہیں یعنی مناسکِ حج کا۔ اُن کے بطن میں اُن کی تہہ میں ساتھ ساتھ حج کی روح کا مضمون بھی چلتا ہے۔ اور آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اور جہاں تک حج کی روح کا تعلق ہے اسے خدا تعالیٰ نے اِن دو لفظوں میں بیان فرما دیا کہ وہ مَقَامُ اِبْرٰھِیْمَ ہے یعنی ابراہیم کا مقام ہی حج کی روح ہے۔ مقام ابراہیم سے متعلق مزید وضاحت یہ پیشِ نظر رہنی چاہیئے کہ مَقَام، میم کی زبر سے ہے۔ اور دو ہم معنی لفظ جو ایک دوسرے کے بہت ہی قریب ہیں گویا TWIN BROTHERS ہوں، عربی میں پائے جاتے ہیں۔ ایک مُقَام اور ایک مَقَام۔ مُقَام میں میم کی پیش ہے۔ اور مَقَام میں میم کی زبر ہے۔ اور جب میں نے قرآنِ کریم پر نظر ڈال کے ان دونوں الفاظ کے الگ الگ استعمال پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ

"مَقَام" کا لفظ ۱۴ مرتبہ قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے

اور ۱۴ مرتبہ ہی مرتبے کے معنی میں ہے۔ ظاہری مکان کے معنوں میں نہیں۔ اور "مُقَام" کا لفظ تین جگہ استعمال ہوا ہے اور تینوں جگہ ظاہری مکان سے اس کا تعلق ہے۔ گو معنوی لحاظ سے وہاں بھی اس بات کی گنجائش نکلتی ہے کہ مرتبے کے معنی بھی اس کے اندر پڑھے جائیں۔ لیکن واضح طور پر مُقَام کے استعمال میں جگہ اور مکان کا تصور پایا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا:

وَ اِذْ قَالَتْ طَّآئِفَۃٌ مِّنْھُمْ یٰٓاَھْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَکُمْ فَارْجِعُوْا ۝ (سورۃ الاحزاب: آیت ۱۴)

کہ جب اُن میں سے ایک گروہ نے یہ کہا کہ اے اہلِ یثرب! تمہارے لئے اب یہاں ٹھہرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہی، کوئی مکان یہاں تمہارے لئے نہیں ہے۔ تمہیں واپس لوٹنا ہو گا، سو تم

جب تمہارے ٹھہرنے کی یہاں کوئی جگہ ہی نہیں تو تمہیں لازماً واپس چلے جانا ہے۔
پھر ایک دوسری جگہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ جہنم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:
اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا (سورۃ الفرقان: آیت ۶۷)
یہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے، عارضی بھی اور مستقل بھی۔ تو مُقام سے مراد مستقل ٹھکانہ اور مکان ہے۔ پھر اس کے برعکس اہلِ جنت کو یہ خوشخبری دی کہ تمہیں ایسی جگہیں مہیا کی جائیں گی حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا کہ جو بہت ہی حسین اور دلکش جگہیں ہیں، دل لبھانے والی جگہیں ہیں۔ مستقر یعنی عارضی طور پر بھی قیام وہاں اچھا لگے گا اور مُقاماً یعنی مستقل مقام اور مکان بھی اچھا ہوگا۔

اس کے برعکس جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے تمام وہ جگہیں جہاں مُقام کی بجائے لفظ مَقام استعمال ہوا ہے وہ مرتبے سے تعلق رکھنے والی جگہیں ہیں۔ جیسا کہ فرمایا:
اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۝ (سورۃ الدخان: ۵۲)
خدا تعالیٰ کے متقی بندے، خدا سے ڈرنے والے لوگ ایک بہت ہی امین مرتبے پر فائز ہوں گے۔ یہاں کوئی خاص مقرر جگہ اور مکان ظاہری طور پر نہیں بلکہ ایک اعلیٰ مرتبہ ہے جسے مقام امین فرمایا گیا ہے۔ پھر فرمایا:
وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ (سورۂ رحمان: ۴۷)
اور جو بھی اپنے رب کے مقام سے، اللہ تعالیٰ کے مقام سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔ تو خدا کا ظاہری مقام تو کوئی نہیں ہے اس لئے یہاں بھی لفظ مَقام استعمال فرمایا گیا۔

جو آیت میں نے تلاوت کی ہے اس میں بھی مُقام ابراہیم نہیں بلکہ مَقامُ ابراہیم فرمایا گیا ہے۔ اب اس مضمون کو میں ایک دوسری آیت سے باندھ کر آپ پر ایک بات واضح کرنا چاہتا ہوں اور وہ آیت یہ ہے:
وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ۭ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ۭ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّاۗىِٕفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝
(البقرہ: آیت ۱۲۶)
کہ جب خدا تعالیٰ نے اس گھر کو یعنی خانہ کعبہ کو لوگوں کے لئے ایک خاص ٹھہرنے کا مقام اور امن کا مقام بنا دیا۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى۔ اور یہ ارشاد فرمایا یا تمہیں ہم حکم دیتے ہیں کہ اِتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى کہ ابراہیم کے مقام کو مصلّیٰ بناؤ۔ عام طور پر اس آیت میں لفظ مقام کو ظاہری معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حج بیت اللہ کے وقت وہاں ایک خاص جگہ ہے جسے ابراہیم کا مقام قرار دیا جاتا ہے کہ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس لئے جو بھی حج کرنے جائے وہ اگر اس مقام پر کھڑا ہو کر نماز پڑھ لے تو گویا اس نے مقام ابراہیم کو پالیا۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے مُقام کا اور مَقام کا دونوں کا لغت کے لحاظ سے ایک دوسرا ترجمہ کرنا ممکن ہے جو سیاق و سباق کے مطابق ہو۔ لیکن مَقام کا اوّل معنیٰ جیسا کہ میں نے قرآن کریم کے استعمال سے قطعی طور پر ثابت کیا ہے "مرتبے" کا معنیٰ ہے۔ اور اگر اس کے معنی ظاہری مکان لینے ہیں تو وہ ایک ثانوی معنی ہے۔ پس وہ مقام جہاں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہوا کرتے تھے۔ اگر ظاہری طور پر اس مقام پر نماز ادا کی جائے تو یہ باعثِ برکت ہے لیکن قرآن کریم کا حکم اس وقت تک بجا لانا ممکن نہیں ہوگا جب تک مقام ابراہیم پر نماز نہ پڑھی جائے اور مقام ابراہیم کسی ظاہری جگہ سے تعلق رکھنے والی چیز نہیں ہے بلکہ ایک باطنی مقام ہے۔ ایک مرتبے کا مقام ہے جس کی تشریح قرآن کریم نے خود یہ فرما دی:-
فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ کہ مقام ابراہیم سے کوئی ظاہری جگہ مراد نہ لے لینا۔ خانہ کعبہ میں اور حج کے دوران خدا تعالیٰ کی عظیم الشان نشانیاں تمہیں ملیں گی اور حج کے ارکان کے اندر وہ آیات پوشیدہ ہیں اور اگر تم ان عظیم آیات کو یعنی خدا تعالیٰ کی نشانیوں کو سمجھنا چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ مقام ابراہیم اور یہ آیات ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ پس جب خدا تعالیٰ نے مقام ابراہیم کو آیاتُ اللہ قرار دے دیا تو وہ ظاہری ٹھہرنے کی جگہ جہاں نماز پڑھی جاتی ہے اسے ثانوی معنوں کے طور پر مقام ابراہیم تو کہا جا سکتا ہے۔ مگر مقام ابراہیم وہ نہیں ہے۔ مقام ابراہیم وہ ہے جو آیات ہیں۔ اور آیات کی کوئی ظاہری شکل نہیں ہوا کرتی۔ کوئی ایک جگہ کا نام آیات نہیں رکھا جاتا۔ اس لئے مقام ابراہیم کو سمجھے بغیر حج کے فریضہ کی ادائیگی ممکن نہیں ہے اور وہی حاجی حج کے مطالب کو پاتا ہے، وہی حاجی حج کے مقاصد کو حاصل کر سکتا ہے اور اسی حاجی کا حج مقبول ہوگا جو حج کے دوران اور بعد میں بھی مقام ابراہیم کو مصلّیٰ بنائے رکھے۔ اور ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کو سمجھنے کے لئے قرآن کریم کی اس آیت نے بہت سی کھڑکیاں کھول دی ہیں کہ وہ ایک مقام نہیں، نہ کسی ایک جگہ کا نام ہے۔ نہ کسی ایک خلق کا نام ہے۔ بلکہ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ۔ مقام ابراہیم میں تو بہت سی نشانیاں ہیں۔ بہت سی خدا تعالیٰ کی آیات ہیں جن کے مجموعے کا نام مقام ابراہیم ہے گویا ابراہیمؑ آیاتُ اللہ کا مجسمہ تھا اور اگر تم مقام ابراہیم کو پانا چاہتے ہو تو ابراہیم کے خُلق پر اور اس کی صفات پر غور کرو اور خدا تعالیٰ سے تعلق کے اس اسلوب پر غور کرو جو ابراہیمؑ نے ہمیشہ اختیار کئے رکھا۔ اور اس پر غور کرنے کے لئے کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں۔ نہ بائیبل کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ نہ تاریخ کے مطالعہ کی ضرورت ہے کیونکہ قرآن کریم نے مَقام ابراہیم کو جب آیاتٌ بیّناتٌ قرار دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کھلے کھلے نشان ہیں۔ اور وہ کھلے کھلے کیسے ہو جائیں جن کی جستجو جگہ جگہ کرنی پڑے۔ پس مراد یہ ہے کہ قرآن نے خود ان باتوں کو کھول دیا ہے۔ اور ابراہیمؑ کا مقام تلاش کرنے کے لئے تمہیں اِدھر اُدھر نہیں پھرنا پڑے گا۔ بلکہ

قرآن کریم نے ہی ابراہیمؑ کی ان صفات کو خوب کھول کر بیان فرما دیا ہے

جن کے مجموعے کا نام قرآن کریم مقام ابراہیم رکھتا ہے۔ چنانچہ اس مضمون پر اگر آپ غور کریں تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر میں جہاں جہاں وہ ملتا ہے وہ آیات بھی آپ کو دکھائی دینے لگیں گی۔ جن کے مجموعے کا نام مقام ابراہیم ہے۔ مثلاً قرآن کریم فرماتا ہے۔
وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ
(البقرہ: ۱۲۵)
مقام ابراہیم کیا ہے۔ یاد کرو کہ جب بھی خدا نے اسے آزمایا ہمیشہ وہ خدا کی آزمائش پر پورا اُترا اور ایک موقعہ پر بھی ڈگمگایا نہیں۔ ایک موقعہ پر بھی ناکام نہیں رہا۔ پس کتنا عظیم الشان مقام ہے جس کو مقام ابراہیم کہتے ہیں۔ اردو میں تو چونکہ دونوں صورتوں میں میم کی پیش کے ساتھ بولا جاتا ہے اس لئے اردو محاورے میں جب میں بات کرتا ہوں تو مُقام کہہ دیتا ہوں مگر اصل لفظ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جب اطلاق پاتا ہے تو اس کا نام ہے: مَقام ابراہیم۔
پس یہ جو اردو کی وجہ سے معمولی تلفظ کی لغزش ہو جاتی ہے اس کو نظر انداز کر دیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے مقام کا بیان ہوگا تو مراد مَقام ہی ہے خواہ ہم اسے اردو میں مُقام ہی کہیں۔
پس فرمایا: وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ۔ خدا تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو طرح طرح کے کلمات سے آزمائش میں ڈالا اور ہمیشہ وہ ان باتوں پر پورا اُترا تب خدا نے یہ فرمایا: قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ کہ اے ابراہیم میں تجھے تمام جہانوں کے لئے تمام بنی نوع انسان کے لئے امام بنانے والا ہوں۔ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ۭ۔ ابراہیم نے عرض کی تو میری اولاد میں سے بھی تو ایسے لوگ نکلیں۔ فرمایا: لَا

یَنَالُ عَہْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۔ ہاں میں تمہاری دعا کو قبول کرتا ہوں مگر اسی استثناء کے ساتھ کہ میرا عہد ظالموں تک نہیں پہنچے گا یعنی تیری نسل میں سے وہ تمام جو تیرے مقام کو پہچاننے والے ہوں گے اور اسی مقام کی تلاش میں زندگیاں گذاریں گے اور اس مقام کو پاکر اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے ان سب تک میرا یہ عہد ممتد ہو جائے گا۔ ان سب کو اپنے دائرے میں لے لے گا۔ کیا عہد ہے؟ کہ میں تمہیں تمام بنی نوع انسان کے لئے امام بنانے والا ہوں لیکن وہ جو ظالم ہیں وہ اس عہد سے باہر رہیں گے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ عہد درجۂ کمال کو اس وقت پہنچا جب حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ وسلم جو خانۂ کعبہ کے مقاصد کی تکمیل کے لئے مبعوث ہونے تھے۔ مبعوث ہوئے اور ابراہیمؑ کے مقام کو وہاں سے آپ نے آگے بڑھایا اور اس مقام کا نام قرآن کریم نے مقام محمود رکھا ہے۔

عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔

(سورۃ بنی اسرائیل : آیت ۸۰)

اور عجیب بات ہے کہ ان دونوں جگہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو وعدہ کیا گیا ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ وسلم کو خوشخبری دی گئی ہے، دونوں کے ساتھ مستقبل کا صیغہ استعمال کیا اور یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے تجھے النّاس یعنی بنی نوع انسان کے لئے امام بنا دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ وسلم کے متعلق بھی یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے تجھے مقام محمود عطا کر دیا ہے بلکہ دونوں جگہ مستقبل کا صیغہ استعمال فرمایا ہے کہ اے ابراہیمؑ! چونکہ تو ہر امتحان پہ پورا اترا ہے گویا جیسے ہم کہتے ہیں تو نے کامل طور پر خدا کا دل جیت لیا ہے اس لئے خدا تعالیٰ انعام کے طور پر تجھے النّاسؑ کا امام بنائے گا۔ اور دوسرے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ وسلم کو مخاطب کر کے آپ کو خوشخبری دی گئی تو فرمایا کہ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ ہرگز بعید نہیں۔ قریب ہے کہ خدا تعالیٰ تجھے مقام محمود پر فائز فرما دے۔ پس سوال یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے یہ خوشخبریاں دی تھیں تو کیا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت تمام انسانوں کے امام نہیں تھے اور کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ وسلم سے جب خدا تعالیٰ نے خطاب فرمایا اور یہ خوشخبری دی کہ میں تجھے مقام محمود پر فائز کرنے والا ہوں تو کیا آپ اس وقت مقام محمود پر فائز تھے یا نہیں تھے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں جگہ یہ ایسا مضمون ہے جو ساکت و جامد مضمون نہیں بلکہ ہمیشہ آگے بڑھنے والا مضمون ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خدا نے مخاطب ہو کر جب آپ کو امام بنانے کی خوشخبری دی تو اس وقت ظاہری طور پر دنیا کے بہت کم لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے واقف تھے۔ اور خدا کی نظر میں جو مقام آپ کو عطا ہو چکا تھا وہ "النّاسؑ" کی نظر میں ابھی عطا نہیں ہوا تھا۔ اور وقت کے گذرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی امامت کا معروف دائرہ پھیلتے چلے جانا تھا یعنی ایک وہ امامت ہے جو خدا نے آپ کو اسی وقت عطا فرما دی تھی جب آپ کو خدا تعالیٰ نے نبوت کے مقام پر فائز فرمایا لیکن ایک وہ امامت ہے جس کا مرتبہ رفتہ رفتہ دنیا نے پہچاننا تھا یعنی وہی امامت جو خدا کی نظر میں معروف تھی وہ بنی نوع انسان کی نظر میں مقبول تھی جس وقت یہ وعدہ کیا گیا ہے اور خوشخبری یہ دی گئی تھی کہ اے ابراہیمؑ! جیسا کہ میں نے تجھے امام بنایا ہے تو بنی نوع انسان کی نظر میں بھی امام بنتا چلا جائیگا یہانتک کہ تمام دنیا تیری امامت کو تسلیم کر لے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ وسلم بھی مقام محمود پر فائز تھے۔ جب خدا نے آپ کو یہ فرمایا: عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ لیکن آپ کا مقام محمود بھی کسی ایک جگہ قرار پا جانے والا اور کھڑا رہنے والا مقام نہیں تھا بلکہ ایک مقام ہے اور ایک ایسا مرتبہ ہے جو ہمیشہ بڑھتا چلا جاتا ہے تو مطلب یہ ہے کہ ہم تجھے ایک ایسا محمود مقام عطا کریں گے جو ہمیشہ بڑھتا چلا جائے گا اور اس کی رفعتوں کی کوئی انتہا نہیں ہوگی۔ چنانچہ اسی مضمون کو خدا تعالیٰ نے دوسری جگہ یوں فرمایا:

وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ٥

(سورۃ الضّحٰی: آیت ۵)

اے محمد! تیرا ہر آنے والا لمحہ ہر گذرے ہوئے لمحے سے بہتر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ پس مقام محمود ایک ٹھہرے ہوئے مقام کا نام نہیں بلکہ ایک جاری و ساری ہمیشہ بڑھتے ہوئے مرتبے کا نام ہے اور یہ مقام بھی تمام دنیا میں اسی طرح معروف ہونا ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امامت نے دنیا میں معروف ہونا تھا اور اس عرفانِ محمد مصطفیٰؐ کا تعلق یا مقامِ محمد مصطفیٰؐ کے عرفان کا تعلق چونکہ مستقبل سے ہے اور یہ مضمون جاری رہنے والا ہے اس لئے یہاں مستقبل کا صیغہ استعمال فرمایا یعنی وہ مقام جو خدا کی نظر میں مقام محمود ہے وہ تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ وسلم کو آپ کی تخلیق سے پہلے ہی مل چکا تھا کیونکہ مقدر تھا۔ وہ مقام جب ظاہری شکل میں آپ کے وجود کی شکل میں ظاہر ہوا تو اوّل روز سے آپ اس مقام پر فائز تھے لیکن وہ مقام چونکہ ایک چلنے والا مقام ہے کسی ایک جگہ آپ ٹھہرے نہیں رہے بلکہ مسلسل خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے عرفان میں آگے بڑھتے چلے گئے لیکن اس کے باوجود دنیا کو اس مقام کا عرفان نصیب نہیں ہوا اور بہت کم لوگ تھے جنہوں نے آپ کی زندگی میں آپ کو اس حیثیت سے پہچانا کہ آپ مقام محمود پر فائز ہیں جو مقام ابراہیم سے بلند تر اور اس مقام سے شروع ہو کر آگے آنے والا ایک مقام ہے۔ چنانچہ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا میں یہ وعدہ ہے کہ خدا تعالیٰ تجھے نہ صرف یہ کہ ہمیشہ مراتب میں ترقی دیتا چلا جائے گا بلکہ ایک وقت میں دنیا تیرے اس مقام کو پہچان بھی لے گی اور تمام بنی نوع انسان کی نظر میں تو اس مقام محمود پر فائز دکھائی دینے لگے گا۔

یہ تو مقام کا حقیقی مفہوم ہے جو قرآن کریم کے استعمال سے ثابت ہے۔ اب میں اسی کی روشنی میں جماعت کو ایک نصیحت کرنی چاہتا ہوں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ۔ پس خدا تعالیٰ سے ہم نے جو عہد باندھے ہیں ان عہدوں کی ادائیگی کے دوران لازم ہے کہ ہم پر ابتلاء آئیں اور لازم ہے کہ ہم آزمائے جائیں کیونکہ کوئی بھی مقام انسان کو نصیب نہیں ہو سکتا جب تک وہ آزمائش کے دور سے گذر کر ان مقامات کو حاصل نہ کرے۔ پس ابراہیمی مقامات تک پہنچنے کی جدّوجہد کو قرآن کریم نے دیکھیں کتنے خوبصورت انداز میں بیان فرما دیا کہ اس مقام پر پہنچنے سے پہلے ابراہیمؑ آزمائشوں کے دور سے گذرا ہے اور ہر آزمائش پر پورا اترنے کے نتیجے میں اسے ایک بلند تر مقام نصیب ہوا ہے اور ان تمام مقامات تک پہنچنے کا دور خود آیات کا دور ہے۔ کیونکہ جیسی جیسی آزمائشیں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آتی چلی گئیں ویسے ویسے آپ ان آزمائشوں میں کامیابی کے نتیجے میں وہ "آیت اللہ" بنتے چلے گئے اور ان تمام نشانات کے

نمونے کا نام وہ آیات ہیں جن کو آیاتِ بیّنٰت کہا گیا ہے۔ پس جماعت احمدیہ پر جب بھی آزمائش کا دَور آتا ہے یہ بات ہمیشہ پیشِ نظر رہنی چاہئیے کہ

آزمائش کا یہ دَور عذاب اور سزا کے دَور سے مختلف ہے۔

عذاب اس تکلیف کو کہا جاتا ہے جس میں انسان ناکام ہونے کے بعد مبتلا کیا جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں مرتبے اور مقامات گرتے چلے جاتے ہیں بڑھتے نہیں ہیں۔ وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے قہر کا نشانہ بنائے جاتے ہیں وہ آیات اللہ نہیں بنتے بلکہ "آیات الظالمین" بن جاتے ہیں اور اُن کے کردار دن بدن گندے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اُن کے اخلاق گرتے چلے جاتے ہیں۔ اُن کے اندر سے تمام صفاتِ حسنہ غائب ہوتی چلی جاتی ہیں اور صفاتِ سیئہ یعنی بُری صفات کو جگہ دیتی چلی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ دن بدن قوم کا حلیہ بگڑتا چلا جاتا ہے اور وہ ہر اعلیٰ مقام سے ادنیٰ مقام کی طرف گرتی چلی جاتی ہے۔ اس لئے ابتلاء کو عذاب سے مشابہ دیکھنا ایک بہت بڑی حماقت ہے اور کم فہمی ہے بلکہ اندھے پن کی ایک نشانی ہے۔ خدا تعالیٰ کی الٰہی جماعتوں پر بھی آزمائش کے دَور آتے ہیں۔ وہ بھی تکلیفوں کے دَور سے گذرتے ہیں جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کئی قسم کی آزمائشیں آئیں اور تقریباً تمام زندگی تکلیفوں میں سے گذری اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر بھی طرح طرح کی بلائیں نازل ہوئیں اور اس قدر تکلیفوں کا دَور آپ نے دیکھا کہ اس کے تصور سے بھی انسان کے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ لیکن ہر آزمائش کے دَور پر آپ کامیاب اُترتے چلے گئے اور آپ کا مقام بڑھتا چلا گیا اور آپ کے ماننے والوں اور متبعین کا مقام بھی آپ کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا گیا اور جو بد خُلق لوگ آپ کے قریب آئے وہ اتنے صاحبِ خلق بن گئے۔ اتنے اعلیٰ اخلاق پر فائز ہوئے کہ اُن کو دیکھ کر نظر بن چکا چوند ہو جاتی تھی حیرت کے ساتھ دُنیا اُن کے اخلاق کو دیکھنے لگی اور اُن کے اخلاق میں جو حیرت انگیز روحانی انقلابات برپا ہوئے اُن کو دیکھ کر آج بھی تعجب ہوتا ہے۔

پس ابتلاء اُس کو کہتے ہیں جس کے نتیجے میں مقام نصیب ہوتے ہیں اور جس طرح ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ابتلاؤں پر ثابت قدمی دکھائی تھی اور انہیں خدا کا انعام جانتا تھا اسی طرح جماعت احمدیہ کو بھی ابتلاؤں پر شکر کرنا ہوگا اور ابتلاؤں پر صبر کرنا ہوگا اور ابتلاؤں کو ایک لعنت نہیں بلکہ خدا کا انعام گرداننا ہوگا لیکن یہ تبھی ممکن ہے کہ اگر دعاؤں کے ذریعے مدد مانگتے ہوئے ہم ان ابتلاؤں پر ثابت قدم رہیں اور ہر ابتلاء میں اسی طرح کامیاب ہوتے چلے جائیں جس طرح ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر ابتلاء میں کامیاب ہوئے اور اس پس منظر میں ان کامیابیوں کا نام آیاتِ بیّنٰت ہے اور اسی کا دوسرا نام "مقام ابراہیم" ہے۔

دوسرے "مقامِ ابراہیم" میں خدا تعالیٰ نے یہ بات بھی داخل فرما دی کہ ابراہیم صرف اپنے لئے فکر مند نہیں رہتا تھا۔ صرف اپنے لئے خدا سے دُعائیں نہیں مانگتا تھا اور اپنے اور اپنے قریب کی نسل کے لئے خدا سے التجائیں نہیں کیا کرتا تھا بلکہ اس کی نظر بہت دُور تک تھی۔ چنانچہ جب خدا تعالیٰ نے اس سے عظیم الشان مقامات کا وعدہ فرمایا اور یہ کہا کہ میں تجھے تمام بنی نوع انسان کے لئے امام بنانے والا ہوں تو بلا اختیار بلا توقف بے ساختہ عرض کیا: وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ۔ میرے اللہ! مجھے تو انعام دے گا۔ میری ذریت کا کیا بنے گا۔ میں تو راضی نہیں ہو سکتا جب تک میں دور تک اپنی نسلوں کو بھی نیکی اور تقویٰ پر قائم نہ دیکھ لوں اور اسی ذریت کی دُعا میں وہ بیج بو دیا گیا جسے آگے جا کر بڑھنا اور نشو و نما پانا تھا اور مقام محمود تک پہنچنا تھا یعنی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی صورت میں خدا تعالیٰ کا یہ عہد متقیوں کے سردار تک پہنچنا تھا اور پھر تمام بنی نوع انسان کا امام حضرت ابراہیمؑ نے براہِ راست نہیں بلکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے وسیلے سے بننا تھا کیونکہ ایک ہی نبی ہے جس کو تمام بنی نوع انسان کا نبی اور تمام بنی نوع انسان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ تمام دُنیا کی الٰہی کتب کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں۔ کسی کتاب میں خواہ اُس کے ماننے والے زبردستی دعویٰ بھی کریں آپ کو ایک آیت بھی اس مضمون کی نہیں ملے گی کہ کسی نبی کو خدا تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کے لئے واضح لفظوں میں رحمت قرار دیا ہو۔ پس جب میں نے کہا کہ مقام ابراہیم ہی ترقی کر کے مقام محمود یعنی مقام محمدؐ میں تبدیل ہوتا ہے اور تبدیل ہوا تو قرآن کریم کی آیات اس مضمون کو تقویت دیتی ہیں اور قرآن کریم کی اِن آیات کا بطن جن کی میں نے تلاوت کی ہے اس مضمون کو سطح کے نیچے نیچے آگے بڑھاتا چلا جاتا ہے اور قطعی طور پر ہم بغیر کسی شک کے یہ دیکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو امام الناس بنانے کا وعدہ تھا اس میں مستقبل کا صیغہ استعمال کرنے میں یہ بھی حکمت تھی کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو براہِ راست وہ مُقام یا مقام نصیب نہیں ہونا تھا بلکہ جب تمام بنی نوع انسان کے لئے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو رحمت بنا کر مبعوث فرمانا تھا تب آپ کو وہ مقام نصیب ہونا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے مقام محمود کا تعلق اس آخری زمانے کے امام سے بھی ہے جس کو آپ کی غلامی میں مبعوث کیا جانا تھا اور جس کی غلامی میں آپ کے ماننے والوں کو اور آپ کی جماعت کو واقعتہً یہ توفیق ملنی تھی کہ وہ تمام دُنیا میں اسلام کا پیغام اس قوت اور غلبے کے ساتھ پہنچائیں کہ رفتہ رفتہ دُنیا سے دیگر تمام ادیان مٹ جائیں اور ایک ہی دین دُنیا میں باقی رہے جس کا نام دینِ اسلام ہے۔ جو ابراہیم کا بھی دین تھا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا بھی دین تھا۔ یہ ہے وہ مضمون جو مقام ابراہیم میں بیان کیا گیا ہے۔ اگرچہ اس کی تفاصیل میں جانے کا موقعہ نہیں لیکن جس حد تک مجھ سے ممکن ہو سکتا ہے آپ کو یہ سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ اس بلند مقام کو پیشِ نظر رکھیں تو آپ کا مقام کتنا بلند ہو جاتا ہے اگر آپ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کریں۔

آپ مقام محمود سے تعلق رکھنے والی جماعت ہیں۔

ایک ایسی جماعت ہیں جس کی کوششوں اور جس کی دن رات کی محنت اور خلوص اور تقویٰ اور دُعاؤں کے نتیجے میں اسلام کو وہ آخری غلبہ نصیب ہوگا جس کے بعد ظاہری صورت میں بھی ہم یقین کے ساتھ کہہ سکیں گے کہ تمام دُنیا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ساتھ خدا کا وہ وعدہ پورا ہوتا دیکھ لیا ہے کہ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا کہ اے محمدؐ! ہرگز بعید نہیں کہ خدا تعالیٰ تجھے ایک مقام محمود پر فائز فرما دے یعنی تمام دُنیا میں تیرا نام حمد کے ساتھ یاد کیا جائے اور تمام دُنیا میں تیرا نام تعریف کے ساتھ یاد کیا جائے۔ پس دُنیا کی تعریف اور دُنیا کی حمد کے لحاظ سے یہ مستقبل میں ہونے والا ایک واقعہ بھی تھا لیکن خدا کی حمد اور خدا نے جو تعریف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی بیان فرمائی اُس کے لحاظ سے اسی وقت یہ واقعہ ہو چکا تھا جب یہ وعدہ دیا جا رہا تھا۔

اس ضمن میں مقام ابراہیم پر غور کرتے ہوئے میں نے ابراہیمی مقام میں سے ایک خاص آیت چنی ہے جو اُن آیات میں شامل ہے جنہیں مجموعی طور پر مقام ابراہیم قرار دیا گیا ہے اور آج ہماری ذمہ داریوں سے اس آیت کا گہرا تعلق ہے۔ ۱۵۹ آیت یہ ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی

قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ (سورۃ البقرہ: آیت ۲۶۱)

کہ وہ وقت یاد کرو جب کہ ابراہیم نے اپنے رب سے مخاطب ہو کر یہ عرض کی۔ رَبِّ اَرِنِىْ كَيْفَ تُحْىِ الْمَوْتٰى۔ اے میرے خدا! مجھے دکھا تو سہی کہ تو مُردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے یا مُردوں کو کیسے زندہ کرے گا۔ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ۔ اے ابراہیم! کیا تو ایمان نہیں رکھتا۔ قَالَ بَلٰى: کہا۔ اے میرے رب کیوں نہیں۔ وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ۔ میں تو دل کی طمانیت چاہتا ہوں۔ ایمان تو ہے۔

چونکہ ایمان کا لفظ یہاں خاص موقعہ پر استعمال ہوا ہے اس لئے میں نے اس کا ترجمہ یہ بھی کر دیا کہ کیف تحي الموتی میں یہ التجا کی گئی تھی کہ آئندہ تو کس طرح مُردوں کو زندہ کرے گا۔ یہ نہیں کہ تو کیسے زندہ کرتا ہے۔ مُردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بارہا دیکھ چکے تھے۔ آپ بھی تو بار بار خدا کے کُن سے زندہ ہوئے اور زندگی کے بلند تر مراتب پر فائز ہوتے چلے گئے۔

پس ماضی کی بحث نہیں تھی۔ نہ حال کی بحث تھی

بلکہ مستقبل کے اُن وعدوں کے تعلق میں یہ بات کی گئی تھی جن پر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پورا ایمان تھا کہ خدا کے وعدے ہیں، ضرور پورے ہوں گے۔ پس یہاں ایمان سے مراد یہ نہیں کہ تجھے مجھ پر ایمان ہے کہ نہیں۔ مراد یہ ہے کہ جب میں نے کہہ دیا ہے کہ میں مُردوں کو ضرور زندہ کروں گا تو پھر تو کیوں مجھ سے پوچھتا ہے کہ میں کیسے زندہ کروں گا۔ کیا یہ بات کافی نہیں کہ میں نے کہہ دیا ہے کہ میں زندہ کروں گا۔ اس پر عرض کرتے ہیں۔ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ۔ اے میرے رب! ایمان تو مجھے کامل ہے مگر مجھے اطمینان تو ہو۔ دیکھوں تو سہی کہ کیسے زندہ ہوں گے۔ اس پر خدا تعالےٰ نے ایک تمثیل کے ذریعے آپ پر یہ مضمون کھولا اور آپ کو وہ سلیقہ سکھایا کہ کس طرح روحانی طور پر مُردے زندہ کئے جائیں گے۔ فرمایا: قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ۔ اے ابراہیم! چار پرندے پکڑ۔ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ اور اُن چاروں کو اپنے ساتھ مانوس کر لے۔ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا۔ پھر اُن میں سے ایک ایک کو اور اُن کو چاروں طرف پہاڑوں پر چھوڑ دے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ چاروں طرف کا ذکر فرمایا۔ پہاڑوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا۔ پھر تو اُن کو اپنی طرف بُلا تو وہ تیزی کے ساتھ ولولے کے ساتھ شوق کے ساتھ اُڑتے ہوئے تیری طرف چلے آئیں گے۔ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ اور یاد رکھ کہ اللہ تعالےٰ بہت ہی غلبے والا اور عزت والا اور حکمت والا ہے۔

اس سے یہ کیسے پتہ چل گیا کہ مُردے خدا اس طرح زندہ کرتا ہے یا کریگا۔ بعض مفسرین جو زمانۂ وسطیٰ سے تعلق رکھنے والے مفسرین ہیں۔ وہ اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ چار پرندے پکڑ پھر اُن کا قیمہ کر اور اس قیمے میں سے تھوڑا سا قیمہ شمال میں ایک پہاڑ پر رکھ دے اور تھوڑا سا قیمہ جنوب میں پہاڑ پر رکھ دے اور تھوڑا سا مشرق میں پہاڑ پر رکھ دے اور تھوڑا سا مغرب میں پہاڑ پر رکھ دے۔ اور پھر آواز دے تو وہ اُڑتے ہوئے تیری طرف چلے آئیں گے۔ اس طرح میں مُردے زندہ کرتا ہوں۔

کیا واقعۃً خدا اس طرح مُردے زندہ کیا کرتا ہے کہ پہلے قیمہ کرتا ہے پھر اُن کو مختلف سمتوں میں پہاڑوں پر جا کر رکھتا ہے۔ پھر آوازیں دیتا ہے اس لئے ظاہر بات ہے کہ نہایت ہی بچگانہ ترجمہ ہے جو قرآنِ کریم کی عظمت کو نہ سمجھنے کے نتیجے میں کیا گیا ہے۔ اور مضمون جو ایسا عظیم الشان اور بلند مرتبہ مضمون تھا اس کو رفعتوں سے گرا کر زمین کے پاتال تک پہنچا دیا ہے۔

یہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا احسان ہے

کہ آپ نے قرآن کریم کو سمجھنے کی نئی راہیں ہمیں سکھائیں۔ نئی کنجیاں ہمیں عطا کیں۔ نیا عرفان عطا کیا اور جس راہ سے، جس آنکھ سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کو دیکھا اور سمجھا اُس آنکھ سے دیکھنے سے حقیقتاً قرآن کی عظمت دوبارہ دلوں پر قائم ہو جاتی ہے اور بہت ہی عظیم کتاب کے طور پر انسان اس کتاب کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

یہاں دراصل مضمون یہ تھا کہ خدا تعالےٰ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں تجھے سارے جہانوں کا امام بناؤں گا اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چاروں طرف مُردہ لوگ دیکھتے تھے اور مُردہ قومیں دیکھتے تھے۔ اُن کے مشرق میں بھی مُردے بس رہے تھے، اُن کے مغرب میں بھی، اُن کے شمال میں بھی اُن کے جنوب میں بھی اور ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی پر غور کریں۔ آپ کو اپنی زندگی میں بہت کم غلبہ نصیب ہوا ہے۔ آپ غلبے کا بیج تو تھے لیکن وہ بیج آپ کی زندگی میں نشوونما پا کر ایک عظیم الشان عالمی درخت نہیں بن سکا۔ پس یہ وعدہ یقیناً بعد میں پورا ہونے والا ایک وعدہ تھا اور ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طمانیت قلب کی جو التجا کی تھی وہ اس لئے کی تھی۔ وعدوں پر ایمان تھا اور چاروں طرف جب نظر ڈالتے تھے تو روحانی طور پر عالم کے عالم کو مرا ہوا پاتے تھے اور کوئی جواب نہیں دیتا تھا۔ یہ عالمی زندگی جس کے ذریعے حضرت ابراہیم کو "النّاس" کا امام بنایا جانا تھا اس کا تعلق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی بعثت سے تھا کیونکہ آپ کو چاروں OVER تمام طرفوں کا امام بنا کر دُنیا میں بھیجا جانا تھا اور ایسا امام بنایا جانا تھا جس نے عملاً شمال پر بھی غلبہ پانا تھا اور جنوب پر بھی غلبہ پانا تھا۔ مشرق پر بھی غلبہ پانا تھا اور مغرب پر بھی غلبہ پانا تھا اور تمام عالم میں کوئی جگہ باقی نہیں رہنی تھی جہاں آپ کو روحانی غلبہ نصیب نہیں ہوتا اور جہاں آپ روحانی مُردے زندہ نہ کرتے۔

جہاں تک جبل کا لفظ ہے قرآن کریم سے ثابت ہے کہ جبل سے مراد عظیم الشان طاقتیں ہیں جو دنیا کی طاقتیں ہیں۔ چنانچہ سورۂ طٰہٰ میں اس مضمون کو یوں بیان فرمایا: فرمایا کہ

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّىْ نَسْفًا فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا (طٰہٰ: ۱۰۶-۱۰۷)

اے محمدؐ! تجھ سے یہ پوچھتے ہیں کہ تیرے چاروں طرف جو بڑی بڑی حکومتیں دنیا میں قائم ہیں یہ ان کی پہاڑ جیسی طاقتیں ان کا کیا بنے گا۔ ان پر تجھے کیسے غلبہ نصیب ہوگا۔ تُو تو دُنیا کے لحاظ سے کوئی طاقت نہیں رکھتا تو تُو اُن سے کہہ دے ان پوچھنے والوں سے کہ يَنْسِفُهَا رَبِّىْ نَسْفًا۔ میرا رب اُن کو پارہ پارہ کر دے گا۔ ریزہ ریزہ کر دے گا۔ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا۔ اور ان کو ایک چٹیل میدان میں تبدیل کریگا۔ لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَا اَمْتًا پھر تُو ان بڑی بڑی عظیم الشان قوموں کو ایسے برابر طور پر سدھری ہوئی حالت میں پائیگا کہ ان کے اندر نہ کوئی کجی باقی رہیگی نہ کوئی تکبر باقی رہے گا۔ کوئی اونچ نیچ باقی نہیں رہیگی۔ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِىَ لَا عِوَجَ لَهٗ۔ وہ دن ہوگا اور وہ زمانہ ہوگا جبکہ اس داعی یعنی محمد مصطفیٰؐ کی پیروی کیلئے یہ سچا اور قلبی طور پر تیار ہو گئے جس میں کوئی عوج نہیں۔ کوئی کجی نہیں۔ پس پہلے خدا ان کی کجیاں دور کریگا۔ ان کے تکبر توڑے گا۔ انکی CIVILIZATIONS کو تباہ کرے گا اور ملیامیٹ کر دیگا اور ان پہاڑوں کو پارہ پارہ کریگا۔ پھر ان میں سے زندگی کے نئے آثار پھوٹیں گے۔

پس عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ کا جو لفظ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے مخاطب کر کے استعمال فرمایا، اُس سے مراد یہ نہیں تھی کہ پرندوں کا قیمہ کرو اور پھر اُن کو پہاڑوں پر رکھ کے آؤ۔ مراد یہ تھی کہ

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم

کے غلام آپ کی محبت میں ایسے سرشار ہو جائیں گے اور ایسے سدھائے جائیں گے کہ پھر وہ آگے لوگوں کے دل جیتنے والے بن جائیں گے۔ ان کو پھر دنیا کی تمام بڑی بڑی طاقتوں میں پھیلا دیا جائے گا اور جس طرح سدھے ہوئے پرندے مالک کی آواز پر عملاً لبیک کہتے، اُڑتے ہوئے سامنے اس کی طرف دوڑتے چلے آتے ہیں یا اُڑتے ہوئے چلے آتے ہیں، اسی طرح خدا کے ان سدھائے ہوئے پرندوں کی آوازوں پر تمام بنی نوع انسان دوڑتے ہوئے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی طرف چلے آئیں گے۔ پس آج چاروں طرف آپ کو دنیاوی عظمتوں کے جو پہاڑ بکھرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ آج آپ کو شمال میں بھی عظیم الشان طاقتوں کے پہاڑ دکھائی دے رہے ہیں اور جنوب میں بھی دکھائی دے رہے ہیں اور مشرق میں بھی ہیں اور مغرب میں بھی ہیں۔ ان تمام طاقتوں کو فتح کرنے کا سہرا خدا نے آپ کے سر پر باندھا ہے اور مقدر ہے یہ سہرا باندھا جا چکا ہے لیکن اسے حاصل کرنے کا طریق وہی ہے جو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے کہ مقام ابراہیم کو سمجھیں اور مقام ابراہیم کے تقاضے پورے کریں۔ اُن میں سے ایک یہ طریقہ ہے جیسے آیات میں سے ایک آیت کے طور پر ہم شمار کر سکتے ہیں کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آئندہ دنیا فتح کرنے کا گُر سکھایا گیا اور وہ یہ تھا کہ جس طرح تم پرندے سدھاتے ہو اس طرح انسانوں کو سدھانے کا بھی سلیقہ اختیار کرو۔ پرندوں کو مانوس کرتے ہو، ان سے پیار کرتے ہو، ان کے رزق کا سامان کرتے ہو۔ ان کے فائدے کے سامان کرتے ہو تب وہ تم سے محبت میں باندھے جاتے ہیں اور باوجود اس کے تمہاری جنس کا فرق ہے، تمہاری باتیں وہ سمجھ نہیں سکتے۔ اُن کی عقلیں، ان کے جذبات، ان کی اندر کی دنیا بالکل اُن باتوں، تصوروں اور فکر کی دنیا سے مختلف ہے جو انسان کے اندر کی باتیں اور انسان کی اندر کی دنیا ہے لیکن اس کے باوجود محبت کسی زبان کو نہیں چاہتی۔ محبت ایک ایسی طاقت ہے جو براہ راست دور دور تک اثر کرنے والی ہے اور جنسی اختلاف کے باوجود محبت ضرور غالب آیا کرتی ہے۔

پس آج بھی دنیا میں حیرت انگیز طور پر سمندر کے جانوروں کو اور خشکی کے جانوروں کو اور ہوا میں اُڑنے والے جانوروں کو آج کی دنیا کا انسان سدھانے کی جو استطاعت پا چکا ہے اور حیرت انگیز کارنامے سرانجام دے رہا ہے یہ استطاعت اگر آپ غور کریں تو درحقیقت محبت ہی کی استطاعت ہے۔ اس کے سوا کوئی استطاعت نہیں ہے۔ جب تک کوئی جانور انسان سے مانوس نہ ہو، انسان اس سے پیار نہ کرنے لگے اس وقت تک وہ جانور اس کے تابع نہیں ہو سکتا۔ سرکس کے ایک مشہور بازیگر کے متعلق یہ واقعہ آتا ہے، وہ عالمی شہرت کا مالک تھا کہ اس نے بڑے بڑے خونخوار شیروں کو ایسا اپنا تابع فرمان کر لیا تھا کہ وہ ان کو چھیڑتا تھا، ان کو تنگ بھی کرتا تھا لیکن وہ آگے سے سر نہیں اٹھاتے تھے۔ ایک دفعہ وہ ایسی حالت میں وہاں گیا کہ وہ جو اُن کو پکارنے کی آوازیں دیا کرتا تھا جن سے اس کے دل کا پیار اُن تک پہنچا کرتا تھا، وہ آوازیں اس نے نہیں دیں۔ وہ بھول گیا تو وہی شیر بھڑک کر اس پر جھپٹ پڑے اور قریب تھا کہ وہ مارا جاتا کہ اچانک اس کو یاد آگیا کہ ان کو یہ پتہ نہیں کہ میں ان سے محبت کرنے والا وجود ہوں۔ میں وہی ہوں جو ہمیشہ ان سے پیار کرتا تھا چنانچہ اُس نے جب وہی آوازیں ہلکی ہلکی سروں میں نکالیں جس طرح عام ہمارے اپنے ماحول میں بھی یعنی مشرقی دنیا میں بھی گدھوں والے گدھوں کو بلانے کے لئے آوازیں نکالتے ہیں۔ گھوڑوں والے گھوڑوں کے ساتھ خاص سلوک کرتے ہیں، بھینسوں والے بھینسوں کے لئے آوازیں نکالتے ہیں تو اسی طرح اُس نے بھی کچھ آوازیں تیار کی ہوئی تھیں۔ اس نے وہ آوازیں نکالیں اچانک بپھرے ہوئے شیر اس طرح اس کے سامنے جھک گئے جیسے بھیڑیں ہوں۔ تو پیغام کیا تھا؟ وہ شیر جانتے تھے کہ یہ شخص ہم سے محبت کرتا ہے لیکن اتنی عقل نہیں تھی کہ چہرے سے پہچان سکیں۔ وہ محبت کے رشتے کچھ آوازوں کی زبان میں اُن تک پہنچا کرتے تھے اور یہ رشتے ہم نے تمام انسانوں اور جانوروں کے درمیان مختلف شکلوں میں استوار ہوتے ہوئے دیکھے ہیں۔ پس آخری غلبے کا راز طاقت میں نہیں بلکہ حقیقت میں سختی یا تشدد میں نہیں بلکہ رحمت میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں بار بار آپ کو متوجہ کرتا ہوں کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو

رحمۃ للعالمین فرما کر اس بات کی ضمانت دی کہ آپ ضرور دنیا پر غالب آئیں گے

کیونکہ وہ شخص جو خود مجسم رحمت ہو اور تمام بنی نوع انسان کے لئے رحمت ہو اور جس کے ماننے والے پھر آگے رحمت بنتے چلے جائیں اُن کے لئے جیتنے کے سوا کچھ مقدر نہیں۔ وہ غالب آنے کے لئے بنائے جاتے ہیں مگر غالب آنے کے لئے وہ طاقت، وہ طاقتوں کا آخری سرچشمہ جس کے نتیجے میں قومیں غالب آیا کرتی ہیں، قرآن کریم کے بیان کے مطابق محبت ہے اور آئندہ دنیا کے احیاء کی جو تصویر ابراہیم علیہ السلام کو دکھائی گئی وہ یہی تصویر تھی کہ پرندوں کو قابو کرنے کے لئے بھی تو تم محبت سے اُن کو قابو کرتے ہو اور گویا اُن کو زندہ کر دیتے ہو۔ کھوئے ہوئے پرندے تمہیں واپس مل جایا کرتے ہیں۔ اسی طرح کا ایک عظیم الشان معجزہ رونما ہو گا اور خدا کا وہ محبوب بندہ آئے گا جس کو خدا تعالیٰ رحمۃ للعالمین قرار دے گا۔ اسے محبت کے گُر سکھائے گا اور اس کی رحمت ہی ہے جو تمام دنیا پر غالب آئیگی اور شمال پر بھی غالب آئیگی اور جنوب پر بھی اور مشرق پر بھی اور مغرب پر بھی اور تمام دنیا سے لوگ زندہ ہو کر اس کی طرف دوڑے چلے آئیں گے۔

اب یہ لفظ زندگی اور زندہ کرنا ایک خاص معنی رکھتا ہے اور دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کریم نے اس لفظ کو کن کن نبیوں کے لئے استعمال کیا ہے۔ صرف دو ہی نبی ہیں جن کے لئے زندہ کرنے کا محاورہ قرآن کریم نے استعمال فرمایا اور اول ان میں سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہیں۔ آپ کے غلاموں کو مخاطب کر کے آپ کا مقام سمجھایا گیا۔ فرمایا إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ۔ تم تو مردہ تھے۔ تمہاری تو کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔ دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ۔ وہ تمہیں پکارتا ہے تاکہ تمہیں زندہ کر دے اور ہر وہ شخص جو اس کی آواز پر لبیک کہتا ہے وہ زندہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اب دیکھیں وہی ابراہیمی معجزہ ہے جس کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ۔ یہ خوشخبری تھی جو ابراہیم کو دی گئی تھی اور آپ یہ پوچھا کرتے تھے کیسے ہو گا۔ ساری زندگی میں نے ان لوگوں میں، ان جاہلوں میں گزاری اور میری آواز پر لبیک کہتے ہوئے یہ زندہ نہیں ہو سکے۔ میں کامل یقین رکھتا ہوں کہ تیرے وعدے سچے ہیں مگر میری طمانیت قلب کے لئے مجھے بتا تو سہی کہ یہ قومیں کیسے زندہ ہوں گی۔ خدا نے فرمایا ایک آنے والا ایسا آئے گا جس کی آواز میں زندگی ہوگی جس کی دعوت میں زندگی ہو گی۔

وہ رحمۃ للعالمین ہو گا۔

جب وہ محبت اور پیار اور رحمت اور شفقت سے لوگوں کو بلاوے دے گا تو مردے قبروں سے نکل کر دوڑتے ہوئے اس کی طرف چلے آئیں گے اور اس کی دعوت ہی میں زندگی ہے۔ دوسرا زندگی کا لفظ حضرت مسیحؑ کے متعلق استعمال فرمایا کہ اسے بھی خدا نے مُردوں کو زندہ کرنے کی طاقت بخشی تھی۔ ظاہر بین علماء وہاں بھی بدنصیبی سے ظاہر کے ہی ترجمے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مسیح کسی زمانے میں مٹی سے چڑیاں بنا کر اُن میں پھونکیں مارتا تھا اور وہ زندہ ہو جایا کرتی تھیں، اُڑنے لگ جاتی تھیں۔ یا واقعۃً گڑھے ہوئے مُردوں کو جو سالہا سال سے مرے ہوئے تھے ان کی قبروں پر جا کر آوازیں دیتا تھا تو وہ قبریں پھاڑ کر باہر نکل آتے تھے۔ وہ نہیں جانتے کہ آپ کی زندگی اس زندگی کے سوا کوئی معنی نہیں رکھتی تھی جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے تعلق میں زندگی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ وہی حقیقی زندگی ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو زندہ کرنے کی جو طاقت دی گئی تھی وہ روحانی مُردے زندہ کرنے کی طاقت دی گئی تھی۔ پس جس مسیح کی خوشخبری دی گئی ہے کہ وہ امت میں آئے گا وہ روحانی زندگی کی طاقتیں لیکر ہی آنا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں اس کو ظاہر کرکے یہ دکھا دیا گیا کہ زندہ کرنے والا ایک ہے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ہیں۔ اب دنیا کو کوئی زندگی نصیب نہیں ہوگی جب تک آپ کی غلامی میں وہ لوگ پیدا نہ ہوں جو آگے لوگوں کو زندہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ پس مسیحیت کے دور سے بھی آپ ہی کا تعلق ہے۔ آپ نے ہی اس مسیح کو بھیجا ہے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی غلامی میں زندہ کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے اور اس راز کو سمجھیں اپنی محبت کے دائروں کو وسیع کریں۔ آپ اگر رحمۃ للعالمین بنیں گے اور محمد مصطفیٰؐ کی غلامی میں اس کے سوا چارہ نہیں ہے تب لازماً آپ دنیا پر فتح یاب ہونگے۔ چاروں اطراف (OVER) آپ کے منتظر ہیں۔ تشنہ جہات آپ کی راہ دیکھ رہی ہیں۔ آگے بڑھیں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے رحمت اور محبت کے گُر سیکھیں اسی رحمت کو اپنی زندگیوں میں اس طرح جذب کرلیں کہ آپ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے خلق کے اپنے درجے کے مطابق آئینہ دار بن جائیں۔ پھر دیکھیں کہ چاروں طرف جو بڑی بڑی حکومتوں کے پہاڑ ہیں۔ کہیں آپ کو مشرق میں روس دکھائی دیتا ہے۔ کہیں مغرب میں آپ کو امریکہ دکھائی دیتا ہے۔ کہیں شمالی یورپ کی طاقتیں ہیں۔ کہیں جنوب مشرق میں جاپان اور دوسری بڑی بڑی طاقتیں پھیلی پڑی ہیں۔ یہ ساری طاقتیں، یہ تمام پہاڑ آپ کے زیر نگیں کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں لیکن محبت کا جادو ہے جو ان پر چلے گا۔ اپنے ماحول میں محبت کے جادو جگانے لگیں کہ اس کے ذریعے ہی روحانی مُردے زندہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

"آئیے اب دعا کرلیں"۔ اور پھر حضور نے لمبی پُرسوز دعا کرائی۔ "آمین" کہنے کے بعد حضور نے فرمایا۔ "چونکہ اس عید کے بعد کچھ اور دوسرے تقاضے ہوتے ہیں۔ قربانیاں کرنی یا قربانیاں نہ بھی کرنی ہوں تو گوشت وغیرہ تیار کرنا۔ اس لئے اس عید کے بعد مصافحہ نہیں ہوتا۔ تو اب میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔ آپ کو تمام دنیا میں پھیلے ہوئے غلامانِ حضرت محمد مصطفیٰؐ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو بہت بہت عید مبارک ہو۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ"۔

سانحہ ارتحال اور دعائے مغفرت

محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ اہلیہ مرحوم سیٹھ عبدالمنان صاحب آف کوریل آسنور کشمیر مورخہ ۵ر جنوری ۱۹۹۱ء کو اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ نیک سیرت، پابند صوم و صلوٰۃ، صابر و شاکر اور دعاگو بزرگ خاتون تھیں۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ساتھ والہانہ عقیدت رکھتی تھیں۔ ۱۹۷۹ء میں مخالفین احمدیت نے مرحومہ کے مکان و جائیداد کو بھی نذر آتش کر دیا لیکن آپ نے نہایت مشکل حالات کا اپنے عزیزان سمیت انتہائی صبر اور دعا کے ساتھ مقابلہ کیا اور کبھی بھی حرف شکوہ زبان پر نہ لایا۔ مرحومہ اپنے بچوں کی انتہائی اعلیٰ رنگ میں تربیت کرنے کی بھی توفیق پا چکیں۔ مرحومہ محترم سید عبدالحیٔ صاحب ناظر تصنیف و اشاعت صدر انجمن احمدیہ ربوہ کی والدہ محترمہ تھیں اور نامور مجاہد بزرگ مولوی عبدالواحد صاحب مرحوم مبلغ سلسلہ کی ہمشیرہ تھیں۔ احباب سے مرحومہ کی مغفرت اور بلندی درجات اور پسماندگان کو صبر جمیل ملنے کے لئے دعاؤں کی عاجزانہ درخواست ہے۔

عبدالحمید ٹاک امیر جماعت احمدیہ صوبہ کشمیر

درخواست دعا | مکرم رفیق احمد صاحب پینٹر یادگیر مبلغ ۱۰/- روپے اعانت بدر میں ادا کرتے ہوئے باعزت روزگار کے لئے درخواست دعا کی تحریک کرتے ہیں۔

ہفتہ مال خدام الاحمدیہ

جملہ قائدین مجالس کو توجہ دلائی جاتی ہے کہ لائحہ عمل میں درج شدہ تاریخ کے مطابق مورخہ ۱/۲/۹۱ سے ۷/۲/۹۱ تک ہفتہ مال منائیں جس میں نئی شرح کے مطابق چندہ جات وصول کرکے دفتر مجلس خدام الاحمدیہ میں بروقت چندہ جات ارسال کریں اور اس کی رپورٹ ماہانہ رپورٹ کے ساتھ الگ کاغذ پر تفصیل سے بھیجیں نئی شرح کا اعلان ہفت روزہ بدر کے علاوہ ایک سرکلر کے ذریعہ کر دیا گیا ہے امید ہے کہ قائدین اس ہفتہ میں کما حقہٗ کوشش کریں گے۔

(مہتمم مال مجلس خدام الاحمدیہ بھارت)

اعلان بسلسلہ گمشدہ رسید بک

احباب جماعت ہائے احمدیہ بھارت کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ نظارت ہذا کی طرف سے ایک عدد رسید بک نمبر ۲۳۲۸ جماعت احمدیہ حیدرآباد کو بھجوائی گئی تھی۔ مکرم خالد احمد صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ حیدرآباد سے یہ رسید بک ایران ریلیف فنڈ وصول کرتے ہوئے گم ہوگئی ہے اس لئے اس رسید بک کو دفتری ریکارڈ سے خارج کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا جملہ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ اس رسید بک کو منسوخ سمجھا جائے اور اس پر کسی قسم کے جماعتی چندہ کی ادائیگی نہ کی جائے۔

(ناظر بیت المال آمد قادیان)

اعلانات نکاح

● مکرم ممتاز علی صاحب بھرت پورہ پورن بہار سے تحریر فرماتے ہیں کہ مکرم مولوی عبدالقادر صاحب مبلغ سلسلہ مظفرپور بہار نے مورخہ ۲/۱۲/۹۰ کو خاکسار کے بیٹے عزیزم امتیاز احمد ابن ممتاز علی ساکن بھرت پورہ پورن بہار کا نکاح ہمراہ عزیزہ مبارکہ بیگم شبنم بنت مکرم صدرالدین صاحب ساکن بنی بازار جھیرا مبلغ بارہ ہزار روپیہ حق مہر کے عوض پڑھا۔ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو مثمر بثمرات حسنہ بنائے اس خوشی کے موقعہ پر مبلغ ۱۳/- روپے اعانت بدر میں دیتے ہوئے دعا کی درخواست ہے۔

(ممتاز علی)

● مکرم محمد افضل صاحب بھٹی تحریر کرتے ہیں کہ مورخہ ۹/۱۲/۹۰ کو بروز اتوار خاکسار کے چھوٹے بھائی عزیزم مولوی محمد سلیم صاحب مبشر راجوری خادم سلسلہ عالیہ احمدیہ ابن مکرم جمال الدین صاحب ساکن ارتال راجوری کا نکاح عزیزہ محمودہ سلیم صاحبہ راجوری سلمہا بنت مکرم عبدالعزیز صاحب بٹ صدر جماعت احمدیہ بڑھانولی کے ہمراہ مبلغ تیئس ہزار چھ صد پینتالیس روپے (-/۲۳۶۴۵ روپے) حق مہر پر محترم مولوی بشارت احمد صاحب محمود مبلغ سلسلہ احمدیہ نے پڑھا۔ احباب جماعت کے علاوہ کثیر تعداد میں غیر احمدی و غیر مسلم احباب کی موجودگی کے پیش نظر موصوف نے مناسب حال خطبہ ارشاد فرمایا جو سننے والوں نے بہت پسند کیا اس خوشی کے موقعہ پر خاکسار مبلغ پچیس روپے بطور شکرانہ اعانت بدر میں ادا کرتے ہوئے قارئین بدر سے درخواست دعا کرتا ہے کہ یہ رشتہ دونوں خاندانوں اور اسلام و احمدیت کے لئے بابرکت اور مثمر بثمرات حسنہ ہو آمین۔

ولادت

خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۱/۱/۹۱ کو دوسرے بیٹے سے نوازا ہے۔ جس کا نام حضور ایدہ اللہ نے سعید الدین حامد تجویز فرمایا ہے۔ اور دونوں بچے ناصرالدین حامد اور سعید الدین حامد زیر نمبر ۵-۷-۰ تحریک وقف نو میں شامل ہیں۔

ان دونوں بچوں کے نیک خادم دین بننے اور وقف نو کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے والے بننے کے لئے تمام احباب جماعت سے درخواست دعا ہے۔ (زین الدین حامد قادیان)

خطبہ جمعۃ المبارک

منصوبہ یہ ہے کہ اس جنگ کا تمام خرچ عرب مسلمان قوموں سے وصول کیا جائیگا۔ اور

معاہدہ پر دستخط ہو چکے ہیں کہ یہ جنگ جتنی لمبی ہوتی جائیگی اس کا نصف حصہ سعودی عرب سے لیا جائیگا اور کویت سے

اور دوسری قومیں جتنی بھی شامل ہیں ان کا کیا ہے ان کی جانب جائیگی پر سعودی عرب کو سب سے زیادہ خرچ کرنا پڑیگا

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۶ر نومبر ۱۹۹۰ء ۱۶ر نبوت ۱۳۶۹ہش بمقام اسلام آباد

> مکرم منیر احمد جاوید صاحب مبلغ سلسلہ دفتر پی۔ایس لندن کا تلخیص کردہ یہ بصیرت افروز خطبہ جمعہ ادارہ "بدر" اپنی ذمہ داری پر ہدیہ قارئین کر رہا ہے۔ (ایڈیٹر)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝

(سورۃ الحجرات: آیت ۱۴)

بعدہٗ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

گذشتہ خطبہ میں میں نے جماعت کو توجہ دلائی تھی کہ بدلتے ہوئے حالات میں جماعت احمدیہ کے سامنے نئے میدان کھل رہے ہیں جن میں اسلام کا غیر اسلامی قدروں سے جہاد ہوگا۔ اور نئے معرکوں کے میدان کھلیں گے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ معرکے اپنی نوعیت کے لحاظ سے نئے نہیں بلکہ تاریخی لحاظ سے ہمیشہ سے ان کا وجود چلا آرہا ہے لیکن بعض ادوار میں یہ نمایاں طور پر سر اٹھاتے ہیں اور نسبتی لحاظ سے ایک غیر معمولی اہمیت اختیار کر لیتے ہیں۔ پس اس دور میں جس میں سے اب ہم گذر رہے ہیں، اس میں اسلام کا بہت بڑا مقابلہ معاشرتی قدروں سے ہوگا اور اہل مغرب جو زیادہ تر عیسائیت سے تعلق رکھنے والے ہیں انہوں نے نظریاتی جنگ سے بہت زیادہ بڑھ کر عمداً جنگ کا رُخ معاشرے کے اختلاف کی طرف موڑ دیا ہے اور اسی بناء پر وہ مغربی قوموں کی اپنی دانست میں اسلام سے حفاظت کریں گے۔

دوسرا پہلو RACIALISM یعنی نسل پرستی کا بڑی شدت کے ساتھ ابھرنا ہے۔ باوجود اس کے کہ آپ مغربی دنیا میں بکثرت نسل پرستی کے خلاف آوازیں سنتے ہیں، اور نسل پرستی کا الزام کسی پر لگانا ایک بہت بڑی گالی سمجھا جاتا ہے لیکن یہ محض ایک دکھاوے کی بات ہے۔ مغربی دنیا میں نسل پرستی کے خلاف جو بھی مہم چلائی گئی ہے یہ بڑے وسیع پیمانے پر یہود کی طرف سے چلائی گئی ہے اور اس کا رُخ صرف یہودی نسل پرستی کے خلاف تعصب کا قلع قمع کرنا ہے یعنی یہودیت میں جہاں تک نسل پرستی موجود ہے اس کے خلاف مہم نہیں بلکہ یہودی نسل پرستی کے خلاف جو مختلف تحریکیں دنیا میں اٹھتی رہتی ہیں ان کو ملیا میٹ کر دینے کے لئے ایک بہت بڑا عالمگیر پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے، جس کا رُخ خاص طور پر یورپ اور امریکہ کی طرف ہے، اور اس پہلو سے خصوصیت سے نازی دور کے نسل پرستی سے تعلق رکھنے والے ظلموں کو ابھار کر کبھی ڈراموں کی شکل میں، کبھی دوسری صورتوں میں، کبھی مقالوں کی صورت میں اہل مغرب کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور متنبہ کیا جاتا ہے کہ دوبارہ کبھی اس قسم کی غلطی کا اعادہ نہ کرنا اور ساتھ ساتھ جنگی مجرموں کی سزا آج تک جاری ہے اور یہ یاد دہانی کرائی جاتی ہے کہ اگر تم میں سے کبھی کسی نے پھر نسل پرستی کے جذبے سے یہود کی مخالفت کی یا ان پر ظلم کرنے کا ارادہ کیا تو یاد رکھنا کہ تمہیں کبھی معاف نہیں کیا جائیگا۔

پس یہاں جو نسل پرستی کے خلاف مہم آپ کو ملتی ہے وہ درحقیقت زیادہ تر محدود دائرے سے تعلق رکھتی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ نسل پرستی ان قوموں میں شدت کے ساتھ بڑھ رہی ہے لیکن اس نسل پرستی کا رُخ مشرقی دنیا ہے یا افریقہ کی دنیا ہے یا اسلام ہے جو ایک قوم کے طور پر بعض دفعہ پیش کیا جاتا ہے اور اس کے خلاف نسل پرستی کے جذبات کو ابھارا جاتا ہے۔ بعض دفعہ مذہب اور معاشرے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور اس کے خلاف معاشرتی اور مذہبی جذبات کو ابھارا جاتا ہے۔

روس میں جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے

دیوار برلن کے گرنے سے جو کئی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں ان کے نتیجے میں ظاہر ہونے والی عالمی تبدیلیوں سے متعلق کچھ ذکر میں نے اپنے جلسہ سالانہ کی آخری تقریر میں کیا تھا۔ اس میں ایک پہلو نسل پرستی کے جذبے کا ابھرنا ہے۔ یہ ایک بہت ہی اہم پہلو ہے جس کا اسلام سے براہ راست ٹکراؤ ہونے والا ہے۔ اس لئے چونکہ صرف جماعت احمدیہ ہی جو درحقیقت اسلامی قدروں کی حفاظت کے لئے قائم کی گئی ہے اور حفاظت کی صلاحیت رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے تائید یافتہ ہے اس لئے جماعت احمدیہ کو اس خطرے کو خوب اچھی طرح سمجھنا چاہیئے اور اس کی باریک راہوں سے بھی واقف ہونا چاہیئے تاکہ جس راہ سے بھی یہ حملہ کرے اسی راہ سے جماعت بڑی بیدار مغزی کے ساتھ اور مستعدی کے ساتھ اس حملے کو نامراد اور ناکام کرنے کے لئے تیار ہو۔

یورپ کی تبدیلیاں جن کا میں نے ذکر کیا ہے ان کے نتیجے میں خود یورپ میں پہلے قوم پرستی ابھرے گی اور پھر نسل پرستی۔ قوم اور نسل پرستی کا آپس میں گہرا تعلق ہے صرف دائروں کا اختلاف ہے۔ سب سے پہلے تو یہ بات آپ کو پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ

روس کسی ایک قوم کے باشندوں پر مشتمل نہیں۔

دنیا میں مختلف قسم کی ریاستیں پائی جاتی ہیں۔ بعض ریاستیں قوم کے تصور پر ابھرتی ہیں۔ اور اسی تصور پر قائم ہوتی ہیں۔ بعض نظریات کے نام پر قائم کی جاتی ہیں جیسے کہ اسرائیل ہے اور یہاں دونوں باتیں اکٹھی ہو گئیں۔ مگر دنیا کے اکثر ممالک ایسے ہیں جن میں قوم کے نام پر ملک کا تصور محض ایک موہوم تصور ہے عملاً ایک سے زیادہ قومیں ان ملکوں میں بستی ہیں اور ان ملکوں کی جد و جہد ہمیشہ یہ رہتی ہے کہ قوم کی تفریق کی طرف اہل ملک کا دھیان نہ جائے ورنہ یہ ملک آپس میں پھٹنے لگ جائے گا۔ یہ مسئلہ انگلستان کا سب سے بڑا مسئلہ ہے یعنی اندرونی لحاظ سے۔ ایک طرف شمال میں سکاٹ لینڈ ہے۔ پھر مغرب میں ویلز ہے۔ پھر مزید مغرب میں آئرلینڈ ہے اور پھر شمال اور جنوب کے اختلافات بھی ایک قسم کے قومی اختلاف کا رنگ اختیار کر تے جاتے ہیں۔ ان تمام اختلافات میں سے یہ جو بڑے قومی اختلاف ہیں وہ سکاٹش اور انگلش، ویلش اور انگلش اور آئرش اور انگلش کے اختلافات ہیں۔ اب آپ دیکھیں کہ GREAT BRITAIN یا UNITED KINGDOM دراصل ایک ملک ہے اور جب وسیع پیمانے پر بیرونی خطرات درپیش ہوں تو وہاں ان سب قوموں کے مفاد اکٹھے ہو کر اس ملک کو اندرونی طور پر تقویت دیتے ہیں اور اس وقت برٹش قوم کا وسیع تر تصور ابھرتا ہے۔ جب امن کے حالات ہوں تو قومی رجحانات سر اٹھانے لگتے ہیں اور خطرات کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ ایک دوسرے سے عدم اعتماد، ایک دوسرے سے خود غرضانہ تعلقات یا عدم تعاون یہ چیزیں قوم کے رنگ میں اپنا اثر دکھاتی ہیں اور قومیت کی بنا پر تعلقات کو جانچا جانے لگتا ہے۔ خود غرضی قومی سطح پر غرض اس وجہ سے آپس میں تفریق پیدا کرتی ہے کہ ساؤتھ کے باشندے کہتے ہیں کہ ہم نے ساؤتھ کے مفاد کی حفاظت کرنی ہے۔ انگریز سمجھتا ہے کہ ہم نے انگریز کے مفادات کو سکاٹش کے مفادات پر قربان نہیں ہونے دینا ویلش سمجھتا ہے کہ ہم سے زیادتی ہو رہی ہے۔ اور EXPLOITATION کی جا رہی ہے اور جو حقوق ویلش کو ملنے چاہئیں وہ بقیہ انگلستان ان کو نہیں دیتا غرضیکہ یہ ایک مثال ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ درحقیقت دنیا کی اکثر ریاستیں امریکہ ہو یا انگلستان ہو یا جرمنی ہو یا دیگر ریاستیں، دراصل وہ ایک قوم پر مشتمل نہیں۔ اہل علم کے نزدیک اگر کوئی ایک ملک حقیقتاً ایک ہی قوم پر مشتمل ہے تو وہ ترکی ہے لیکن یہ بات بھی درحقیقت درست نہیں کیونکہ کردش قوم اپنے آپ کو ٹرکش قوم سے بالکل الگ سمجھتی ہے۔ ان کی قدریں، ان کی زبان، ان کے مزاج تمام ٹرکش سے بالکل مختلف ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان دونوں قوموں کے درمیان شدید منافرت بھی پائی جاتی ہے، عدم اعتماد بھی پایا جاتا ہے اور گرد و نواح میں یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس حد تک درست ہے یا غلط کہ وہ لمبے عرصے سے ٹرکش قوم کے مظالم کا نشانہ بنتے ہوئے ہیں لیکن اگر کسی حد تک کسی ایک ملک کو قومی ملک قرار دیا جا سکتا ہے تو کُردی حصے کو چھوڑ کر باقی ترک قوم کو واقعۃً ایک قوم ایک ملک ہونے کی فضیلت حاصل ہے یعنی نسبتاً ان کے اوپر اس کا اطلاق پا سکتا ہے کہ یہ ایک قوم اور ایک ملک ہے لیکن جہاں تک ترکی قوم کا تعلق ہے یہ عجیب بات ہے کہ

ترکی قوم ترکی میں کم اور ترکی سے باہر زیادہ ہے

اور چھ اور چار کی قریباً نسبت ہے۔ اگر چار ترک ترکی میں آباد ہوں تو چھ ترک ترکی سے باہر ہیں اور اس سے میری مراد یہ نہیں کہ یورپ میں مختلف حصوں میں پھیلے پڑے ہیں وہ تو ہے ہی، وہ تو دنیا کی ہر قوم دنیا کے تقریباً ہر دوسرے ملک میں چلی جاتی ہے مگر زیادہ تر روس میں ترک قوم آباد ہے اور ترکمان کہلاتے ہیں۔ اگرچہ یہ آپس میں بھی بٹے ہوئے ہیں، اور مختلف قسم کی تحریکات [illegible] ایک

ترک ریاست کو دوسری ترک ریاست سے جو خطرات درپیش ہیں ان کو ابھار کر آپس میں ایک دوسرے کے مقابل پر پیش بندیاں کی جا رہی ہیں لیکن ساتھ ہی ایک قومی جذبہ ابھر رہا ہے کہ ہم ترک قوم ہیں اور ہمارا ترکی سے اتحاد ضروری ہے اور اس خیال کو تقویت ملے گی تو قوم آئندہ ابھرے گی اور ترک کے مفادات اس بات سے وابستہ سمجھے جائیں گے کہ دنیا کے تمام ترک اکٹھے ہو جائیں اور ترکی کا لفظ ایک وسیع تر ملک پر اطلاق پائے اور OTTOMAN امپائر کا جو وسیع تصور تھا اس نے راز کا دوبارہ جنم لینا ہے۔ ادھر اسلام بھی ان معاملے میں ایک کردار ادا کرنے والا ہے اور ان قوموں میں سے جو ایران سے تعلق رکھنے والی قومیں ہیں اور ترکی بولنے والی ہونے کے باوجود ان میں ایرانی اثرات بھی بڑے گہرے ہیں ان کو ایران اپنی طرف بلائے گا۔ اور ان میں سے بعضوں کا شیعہ ہونا اس بات میں ممد ہو گا پھر ایسی قومیں ہیں جو خالصۃً سنی ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ وہ ترکی بولنے والی ہیں یا اردو غیر زبان بولتی ہیں یا کوئی اور زبان بولتی ہیں، ان کو سنی مسلمان دنیا اگر ان کو اپنی ہوش آنے دی گئی تو اپنی دولت کے ذریعے اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کریں گے۔ روس دیسے ہی ایسے مقام پر پہنچ چکا ہے جہاں یہ ٹوٹ رہا ہے اور بکھرنے والا ہے۔ کوئی غیر معمولی قوت ایسی ابھرے جو اس کو بکھرنے اور ٹوٹنے سے روک دے تو یہ ایک الگ مسئلہ ہے لیکن سر دست جہاں تک میں نے مطالعہ کیا ہے ایسی کوئی بیرونی یا اندرونی طاقت دکھائی نہیں دیتی جو روس کو سنبھالے رکھے اور روس کے ٹوٹنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ایک نظریہ کو قوم بنا دیا گیا جیسا کہ

پاکستان میں ایک نظریے کو قوم بنایا گیا

روس کو بحیثیت ملک کے دیکھا جائے تو نقشے پر ابھرنا کسی ایک قوم کے ہاں ہونے کے مرہون منت نہیں بلکہ اشتراکی نظریے کی پیداوار ہے۔ اس سے پہلے زار نے جو مختلف ممالک پر قبضہ کیا تھا اس وقت ایک قسم کی کلونیل ازم (COLONIALISM) کی کیفیت پائی جاتی تھی یعنی ایک بہت بڑی یورپین طاقت نے ارد گرد کے بہت سے وسیع مسلمان علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا جیسے اس سے پہلے مسلمان خوانین روس پر قابض ہوا کرتے تھے تو وہ جو کیفیت تھی وہ تبدیل کر دی گئی اور ۱۹۱۸ء کے انقلاب میں جو نئی بات روس میں رونما ہوئی وہ یہ تھی کہ قوم کی بجائے نظریے نے ایک ملک پیدا کیا اور روس نے تمام دنیا میں بڑے زور سے اس بات کا پروپیگنڈا شروع کیا کہ ملک حقیقت میں قوموں سے نہیں بنا کرتے بلکہ نظریوں سے بنتے ہیں۔ اس لئے ہمارا نظریہ عالمگیر ہے اور ایک عالمگیر اشتراکی قوم دنیا میں ابھرے گی۔ اسی نظریے سے استفادہ کرتے ہوئے چھوٹے چھوٹے ممالک کو آپس میں پھاڑنے میں ان لوگوں نے بہت سا کام کیا اور جہاں جہاں یہ نظریہ پھیلا ہے وہاں قومیت کے خلاف بھی جہاد شروع ہوئے لیکن بعض جگہ اس نظریے سے کھلم کھلا تصادم ہوا کہ اسلام بھی دراصل نظریے کے نام پر ملک قائم کرنا چاہتا ہے اور قوم کا کوئی تصور اس کے سوا موجود نہیں۔ اس نظریے کی ایک محدود شکل پاکستان کا دو قومی نظریہ ہے۔ اس وقت میرے پاس وقت نہیں کہ میں اس کی تفصیل بیان کروں اور صحیح صورتحال آپ کے سامنے رکھوں کہ دو قومی نظریہ کس حد تک قابل عمل تھا۔ کس حد تک نہیں اور حقیقت سے اس کا کیا تعلق ہے اور جو غیر معمولی جد و جہد مسلمانان ہند نے پاکستان کے قیام کے لئے کی اور اس کی دراصل کیا وجہ تھی اور اس کے محرکات حقیقی معنوں میں کیا تھے۔ کیا اقبال کے نظریوں کو پڑھنے کے بعد انہوں نے ایسا کیا تھا اور وہ اس سے متاثر ہو کر ایسا کیا یا بالکل مختلف وجوہات تھیں۔ بہر حال یہ مضمون الگ ہے مگر میں یہ آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ روس میں جب اشتراکیت کا نظریہ شکست کھا کے جو مر گیا ہے

حیثیت رکھتا تھا۔ اور اس کے گرد ساری قوموں کی چکی گھوم رہی تھی۔ اور اس کا جو محور تھا اسپر یہ نظریہ بڑی قوت سے ان قوموں کو اپنے اردگرد باندھے ہوئے تھا، وہ محور جب نکل گیا تو لازماً انہوں نے بکھرنا ہے۔ اور دنیا کی کوئی طاقت اِس کو روک نہیں سکتی سوائے اس کے کہ کچھ عرصے کے بعد بیرونی دباؤ کے نتیجے میں ایسے ردّعمل ظاہر ہوں کہ یہ قومیں ایک دوسرے کے ساتھ اپنا مفاد وابستہ سمجھیں لیکن مفاد وابستہ ہونے کا جو نظریہ ہے جس نے شمالی امریکہ کو اکٹھا کیا، یہ نظریہ روس میں اِس وقت قابلِ عمل نہیں کیونکہ اگرچہ اشتراکی تصور کے نتیجے میں روسی قوموں کو اکٹھا کیا گیا لیکن درحقیقت یورپ کی قوموں کے سوا باقی قوموں سے ناانصافی کی گئی یعنی یوروپین بھی مختلف قوموں میں وہاں موجود ہیں۔ جہاں تک روس کے اقتصادی نظام کا تعلق ہے اور یا آپس میں قوموں کے تعلقات کا معاملہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ مسلمان قومیں اور بعض دیگر پسماندہ قومیں اس طرح برابری کی سطح پر روس میں حصہ دار نہیں رہیں اور اقتصادی مفادات کے لحاظ سے اور صنعتی ترقی کے لحاظ سے ان کو پسِ پُشت ڈالا گیا پس بجائے اس کے کہ وہ باھمی قومی مفاد کے نظریے کے تابع کسی وجہ سے اکٹھا رہنے کی کوشش کریں معاملہ اس کے برعکس صورت اختیار کر گیا ہے اور یہ قومیں نہ صرف یہ کہ نظریہ یعنی روسی اشتراکی نظریہ کے ٹوٹنے کی وجہ سے لازماً طبعاً بکھرنے کے لئے تیار ہیں بلکہ ماضی کے مظالم کی، ماضی کی ناانصافیوں کی یادیں ان کو اس بات پر انگیخت کر رہی ہیں۔

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے،

اسلام بحیثیت ایک مذہب یہاں سرِدست کوئی اثر ظاہر نہیں کر سکتا کیونکہ ان قوموں کی بھاری اکثریت عملاً لامذہب ہو چکی ہے اگرچہ مسلمان بھی کہلاتی ہو۔ ان کے نوجوانوں میں ہی نہیں بلکہ علماء میں بھی خدا کا حقیقی تصور نہیں ہے بلکہ ایک موہوم سا تصور ہے اور خدا کے نام پر عبادت کرنا، قربانی کرنا، اپنے آپ کو تبدیل کرنا یہ تو ایک لمبی محنت کو چاہتا ہے۔ دوبارہ اسلام رفتہ رفتہ ان میں نافذ کرنا ہوگا اور یہ بھی ایک ایسا اہم معرکہ ہے جس کو جماعت احمدیہ نے سَر کرنا ہے۔ بہرحال اسلام ایک اور رنگ میں ان پر اثر پذیر ہو رہا ہے اور وہ ہے اسلام کا قومیت کے ساتھ تعلق۔ اور وہی دو قومی نظریہ جس کی ایک شکل علامہ اقبال نے پیش کی وہ ان جگہوں پر روس کی یونائیٹڈ ریپبلک سے نجات حاصل کرنے کی خاطر استعمال کیا جا سکتا ہے اور اسے بغاوت کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے نہیں کہ وہ نمازیں نہیں پڑھتے اس لئے جہاد کیا جائے۔ اس لئے نہیں کہ نئی ابھرتی ہوئی شکل میں ان کی مذہبی آزادیوں پر قدغن لگا دی جائے گی بلکہ اس کے بالکل برعکس صورت ہے اور اس کے باوجود یہ قومی نظریہ ایک قوت بن کر ابھرنے والا ہے اس وقت صورت یہ ہے کہ ان تبدیل شدہ حالات میں مذہبی آزادی دے دی جا رہی ہے اور صرف مسلمان علاقوں میں ہی نہیں بلکہ یوروپین علاقوں میں بھی عیسائیت کی خاطر بہت سے قوانین میں تبدیلی پیدا کی جا رہی ہے جن کا اثر اسلامی دنیا پر بھی لازماً ہوگا۔

پس اگر اسلام کے نقطۂ نگاہ سے کوئی ردّعمل ہوتا تو اس کے لئے تو ضروری تھا کہ اسلام میں دخل اندازی بڑھتی۔ جب دخل اندازی تھی اس وقت تو کوئی ردّعمل نہیں ہوا۔ اس وقت تو روس کا کوئی حصہ یہ طاقت ہی نہیں رکھتا تھا کہ اسلام کے نام پر روس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اب بھی جو نئی نسلیں روس کی مرکزی حکومت سے بغاوت کا خیال کر رہی ہیں ان کو بذاتِ خود اسلام سے تعلق نہیں ہے یعنی ان میں سے اکثریت نماز نہیں جانتی، قرآن نہیں جانتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کی محبت اٹھ رہی ہے اور اسی محبت سے ہم نے فائدہ اٹھانا ہے لیکن محبت قومی کے سانچے میں ڈھل جائے یہ بات محض خیالی ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ ابھی تک محبت صرف ایک نسلی تصور کے سانچے میں ڈھل رہی ہے۔ ایک قومی تصور کے سانچے میں ڈھل رہی ہے اور اس کے نتیجے میں اس قوم میں مرکزی روس سے بغاوت کے خیالات ابھر رہے ہیں۔ ان خیالات پر باہر سے چھاپے پڑیں گے ان خیالات پر سنی اسلام بھی چھاپہ مارے گا اور انہیں اپنانے کی کوشش کرے گا۔ ان خیالات پر شیعہ اسلام بھی چھاپے مارے گا اور ان کو اپنانے کی کوشش کریگا۔ اسی طرح دوسرے مذہبی اور قومی اختلاف جو مسلمانوں کی باہر کی دنیا میں موجود ہیں وہ اپنا اپنا رنگ دکھائیں گے اور ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں گے اور مسلمانوں کے روس کے اندر واقع زیادہ سے زیادہ حصے پر اپنا اثر جمانے کی کوشش کریں گے۔ یہ ایک نیا معرکہ کھل رہا ہے اور اگر جماعت احمدیہ نے جلدی نہ کی اور حقیقی اسلام سے ان قوموں کو متعارف نہ کرایا، اگر اس عالمگیر اسلام سے ان قوموں کو متعارف نہ کروایا جس کا نسل پرستی سے کوئی تعلق نہیں ہے، جس کا اس قومی نظریہ سے کوئی تعلق نہیں ہے جو دنیا میں قوموں کے تعلق میں پایا جاتا ہے بلکہ اسلام کا ایک ایسا عالمگیر تصور ہے جو قومی اور نسلی تصورات کی نفی پر قائم ہوتا ہے اور ان کی موجودگی سے شدید نقصان اٹھاتا ہے۔ اسی لئے جو آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی اس میں یہ بات خوب کھول دی گئی کہ۔

یاایّھاالناس انّا خلقنٰکم من ذکرٍ و انثٰی

وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا کہ اے بنی نوع انسان! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ گویا کہ نسلی اور قومی لحاظ سے تم ایک ہی چیز ہو، اگر کوئی تفریق ہے تو مرد اور عورت کی ہے، اس تفریق کو نہ تم مٹا سکتے ہو نہ اس تفریق پر قومی اور نسلی نظریات قائم کر سکتے ہو اور اگر کرو گے تو وہ غلط ہوگا کیونکہ مرد اور عورت کے باہمی اشتراک کے بغیر بنی نوع انسان قائم نہیں رہ سکتے۔ وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ ہم نے مختلف گروہوں اور قبیلوں میں تمہیں اس لئے بانٹا لِتَعَارَفُوْا تاکہ ایک دوسرے سے تعارف کر سکو۔ تمہاری شخصیات پہچانی جائیں جیسے ناموں کی تفریق سے انفرادی شخصیات پہچانی جاتی ہیں لیکن ناموں کی تفریق پر گروہ تقسیم نہیں ہوا کرتے۔ یہ نہیں ہوا کرتا کہ ناصر نام کے سارے آدمی اکٹھے ہو جائیں اور طاہر نام کے سارے آدمیوں کے مقابل پر ایک گروہ بنالیں۔ یا خلیل نام کے سارے آدمی اکٹھے ہو کر مبارک نام کے تمام آدمیوں کے خلاف ایک گروہ بندی کر لیں۔ یہ ایک تعارف کا طریق ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس کے نتیجے میں کسی قسم کے تأثرات نہ ابھرنے چاہئیں نہ عقلاً ابھر سکتے ہیں تو قرآن کریم نے یہ مثال دی۔ تعارف کا لفظ رکھ کر یہ بتایا ہے کہ اس سے آگے بڑھو گے تو حماقت ہوگی اور جہالت ہوگی۔ تعارف کی حد تک قوموں کی تقسیم رہنی چاہیئے اور رہے گی۔ ان کی مزاج شناسی کے لحاظ سے اگر یہ تفریق رہے تو اس کا کوئی حرج نہیں لیکن اس سے آگے اس تفریق کو بڑھنے کا حق نہیں۔

انّ اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔

اب اسلام تمام عالم میں صرف ایک لحاظ سے قوموں کو قوموں سے یا فرد کو فرد سے الگ کرنے کی اجازت دیتا ہے اور وہ ہے تقویٰ! اگر کوئی زیادہ متقی ہے تو قطع نظر اس کے کہ اس کی قوم کیا ہے، اس کا مذہب کیا ہے، اس کا رنگ کیا ہے۔ جغرافیائی لحاظ سے وہ کس ملک کی پیداوار ہے اس کی عزت کی جائے گی گویا تقویٰ انگلستان کے باشندے کو ویلز کے باشندے سے ملا دے گا اور ویلز

کے باشندے کو سکاٹ لینڈ کے باشندے سے ملا دے گا اور سکاٹ لینڈ کے باشندے کو آئرلینڈ کے باشندے سے ملا دے گا اور اسی طرح افریقہ کے باشندوں سے بھی ان کو ہم آہنگ کر دے گا اور عرب کے باشندوں سے بھی ان کو ہم آہنگ کر دے گا اور روس کے باشندوں سے بھی ہم آہنگ کر دے گا اور چین کے باشندوں سے بھی ہم آہنگ کر دے گا اور جاپان اور امریکہ اور دنیا کے دیگر ممالک سے بھی تقوٰی رکھنے والے ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہو جائیں گے اور

...یہی وہ قومی نظریہ ہے جو اسلام پیش کرتا ہے۔

اس کے سوا اور کوئی قومی نظریہ نہیں۔ تقوٰی کی بناء پر عزتیں کی جائیں گی تقوٰی ہی اس لائق ہے کہ اس پر نظر رکھی جائے اور ہم مزاج لوگ جو نیکی کے نام پر اکٹھے ہوں وہ نیکوں کی ایک قوم بنانے والے ہوں گے مگر اس قوم کا سیاسی تفریق اور سیاسی تقسیم سے کوئی تعلق نہیں۔ اب جہاں روس میں یہ نئی تبدیلیاں اثر انداز ہو رہی ہیں اور غلط رنگ میں قومی نظریے ابھر رہے ہیں وہاں یورپ میں اور دیگر مغربی دنیا میں بھی نئے قسم کے نسلی تعصبات ابھر رہے ہیں جن کا تعلق اندرونی طور پر بھی ہے اور بیرونی طور پر بھی ہے۔ اندرونی طور پر یورپ میں اب لازماً ایک قوم کے دوسرے قوم کے خلاف عدم اطمینان کے جذبات ابھرنے والے ہیں اور عدم اعتماد کے جذبات ابھرنے والے ہیں اور ایک دوسرے سے اگر آج رشک ہے تو کل حسد میں تبدیل ہونے والا ہے اور جہاں ایک طرف یورپ آپس میں اکٹھا ہوتا دکھائی دے رہا ہے وہاں اسی باہمی اتحاد کی رو میں افتراق کے بیج بوئے جا چکے ہیں اور لازماً نئے اٹھنے ابھرنے والے یورپ کے اندر شدید اختلافات پیدا ہوں گے اور ابھارے جائیں گے اور ان کا تعلق ایک دوسرے سے عدم اعتماد اور ایک دوسرے کا حسد ہے۔ اب مثلاً جرمنی ہے۔ وہ یورپ میں ایک بہت بڑی قوت بن کر ابھرنے والا ہے اور جرمنی سے جہاں تک خدشات کا تعلق ہے بعض قومیں اس بارہ میں زبان ہیں کھول رہیں لیکن اندرونی طور پر ممکن ہے کہ ان قوموں میں بھی خدشات کا احساس پیدا ہو چکا ہو لیکن جہاں تک انگلستان کا تعلق ہے۔ انگلستان تو بار بار ان خدشات کا اظہار کر رہا ہے کہ جرمنی بہت بڑی طاقت بن کر ابھر جائے گا اور پھر ہو سکتا ہے کہ ماضی کی طرح وہ تمام غلطیاں دہرائے جن غلطیوں کے نتیجے میں ایک عالمگیر جنگ رونما ہوئی تھی۔ چنانچہ ابھی کچھ عرصہ پہلے کیبنٹ میں ایک نائب وزیر نے جو استعفیٰ دیا تھا وہ اسی موضوع پر دیا تھا۔ اسی مسئلے پر دیا تھا۔ جرمنی میں جا کر انہوں نے ایسے خیالات کا اظہار کر دیا جو اہل جرمنی کے نزدیک درحقیقت انگلستان کی کیبنٹ کی باتیں تھیں لیکن اس نے اپنی طرف سے ان کو ظاہر کیا اور جہاں تک کیبنٹ کا تعلق ہے انہوں نے اس سے نہ صرف قطع تعلق کا اظہار کیا بلکہ اگر وہ کہتا ہے کہ میں حق پرست تھا تو اس حق پرست کو استعفیٰ دینے پر مجبور کیا گیا لیکن یہ بات وہاں ختم نہیں ہوئی بار بار اس قسم کی آوازیں اٹھائی جا رہی ہیں۔ ابھی حال ہی میں سویڈن میں ایک انگریز دانشور MR. ANTHONY BURGISS کا ٹیلی ویژن پر انٹرویو ہوا اور غالباً اخباروں میں بھی ان کا کورتیج ہوا۔ وہ ایک انگریز دانشور کے طور پر وہاں متعارف کروائے گئے اور تعارف یہ کروایا گیا کہ۔

ان کو اسلام کا بہت گہرا علم ہے

اور بڑے وسیع اور دیرینہ تعلقات ان کے مسلمان ممالک سے رہے ہیں بلکہ یہ وہاں لمبا عرصہ ٹھہر کے بھی آئے ہیں یہاں تک ان کو اسلام کا علم سیکھنے کا شوق تھا کہ شدید خطرہ تھا کہ یہ مسلمان ہی نہ ہو جائیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس جہالت سے بچا لیا۔ اور گویا اس رنگ میں ان کو پیش کیا جا رہا تھا کہ بس آخری مقام پر پہنچ کر پھر ان پر وہ باتیں کھل گئیں کہ یہ واپس آ گئے اور اب ہم آپ کے سامنے یہ ایک ایسے دانشور کے طور پر پیش کرتے ہیں جو مسلمانوں کی سیاست سے بھی واقف ہے اور اسلام کی کنہہ سے بھی واقف ہے۔ یہ تھا دراصل ان کے یورپ میں جانے اور مختلف مواقع پر اپنے خیالات کے اظہار کا مقصد چونکہ اسلام کو اس نے بہت ہی ظالمانہ حملوں کا نشانہ بنایا اور خلاصۂ کلام یہ تھا کہ آج کی دنیا میں آزادیٔ انسان اور آزادیٔ ضمیر کا اگر کوئی مذہب دشمن ہے تو اسلام دشمن ہے اور آج آزادیٔ ضمیر کو سب سے بڑا خطرہ دنیا میں اسلام سے لاحق ہے یہ کہنے کے بعد پھر انہوں نے آخری وہ بات کہہ دی جو کہا جاتا ہے کہ آج کل انگریزوں کے ذہن میں عام طور پر گھومتی ہے کہ۔

جرمنی کس شکل میں یورپ میں ابھرے گا۔

چنانچہ انہوں نے اسی تسلسل میں اور بڑے زور سے یہ بھی کہہ دیا کہ جس طرح جرمنی آج کل یورپ کے امن کے لئے ایک نئے خطرے کے طور پر ابھر رہا ہے اسی طرح اسلام آزادیٔ ضمیر کے لئے ایک خطرے کے طور پر ابھر رہا ہے۔

اس پر اس پینل میں جس میں وہ بات کر رہے تھے۔ مشرقی یورپ کے ایک نمائندہ نے بڑی شدت سے ان کی مخالفت کی لیکن صرف اس حد تک کہ مثال تم نے غلط دی ہے ویسے اسلام کے معاملے میں تو ہم مان جائیں گے لیکن جرمنی خطرہ نہیں بنے گا اور اس نے کہا: میں موجودہ نسلوں کو اچھی طرح جانتا ہوں، تم یہ محض پروپیگنڈا کر رہے ہو لیکن یہ پروپیگنڈے کی بات نہیں ہے یہ انسانی نفسیات سے تعلق رکھنے والی باتیں ہیں۔ وہ قومیں جو بنیادی طور پر خود غرض ہوں اور اُن کے انصاف کا تصور قومیت سے وابستہ ہو اور قومی تصور میں پیوست ہو۔ اُن کے ہاں قومی تصور آپس کے معاملات میں بدلنے لگتے ہیں۔ جب آپس کے مقابلے ہونگے ایک ملک کے دوسرے ملک سے تو وہاں ویلش تصور اور آئرش تصور اور سکاٹش تصور اور انگلش تصور یہ سارے مل کر ایک وسیع تر برطانوی تصور کے طور پر ابھرتے ہیں اور جرمنی میں بوارین تصور اور دوسرے جرمن تصور کے بجائے ایک وسیع تر جرمن تصور ابھرتا ہے جس میں نہ مشرقی جرمنی کا تصور باقی رہتا ہے نہ مغربی جرمنی کا، نہ شمالی کا نہ جنوب کا تو قومیت رفتہ رفتہ نسل پرستی کا رنگ اختیار کرنے لگتی ہے۔ پہلے جغرافیائی حدوں میں پھیلتی ہے اور ایک قوم کی بجائے دو چار قومیں مل کر دوسری دو چار قوموں کے مقابل پر اپنے اڈے بناتی ہیں اور جب ان کے، سب کے مجموعی مفادات باہر کی دنیا سے ٹکراتے ہیں تو یہی قومی تصور نسلی تصور بن جاتا ہے اور WHITE AGAINST BLACK سفید فام کا مقابلہ سیاہ فام سے شروع ہو جاتا ہے اور سرخ فام کا مقابلہ زرد فام سے شروع ہو جاتا ہے اور ہم جیسے سانولے لوگ بھی بیچ میں آ جاتے ہیں جو اس لحاظ سے بھی تعصب کا شکار بن جاتے ہیں اور اس لحاظ سے بھی تعصب کا شکار بن جاتے ہیں چنانچہ امریکہ میں پاکستانی اور ہندوستانی نسل سے تعلق رکھنے والے لوگ کالوں کے نزدیک بھی الگ قوم ہیں۔ اور COLONIST کے طور پر دیکھے جاتے ہیں اور سفید فاموں کے نزدیک بھی یہی حال ہوتا ہے یہی خطرات افریقہ میں ابھر رہے ہیں کہ پاکستانی کا رنگ چونکہ اُن سے مختلف ہے اس لئے پاکستانی کو بھی وہ ایک غیر قوم سمجھ کر یہ تعصب دل میں بٹھانے لگتے ہیں کہ یہ بھی باہر سے آئے ہوئے ہیں گویا ہم پر راج کرنے آئے ہیں بہر حال یہ تعصبات پھر جو قومی تعصبات ہیں یہ وسیع تر ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور پھر رنگوں میں بدل جاتے ہیں۔

روس اور چین کے درمیان جو تاریخی اختلافات ہیں۔

ان کا زیادہ تر تعلق اشتراکیت کے مختلف تصورات سے بتایا جاتا ہے یعنی یہ تعلق بتایا جاتا ہے کہ روس کے ہاں اشتراکیت کا الگ تصور ہے اور چین کے ہاں الگ تصور ہے اور چونکہ دونوں ملکوں کے درمیان اشتراکیت کو سمجھنے میں اختلافات ہیں، اور اس کی تعبیروں میں اختلافات ہیں اس لئے ان دونوں قوموں کے درمیان اتحاد نہیں ہو سکا حالانکہ امر واقعہ یہ

ہے کہ یہ اختلافات بالکل سطحی نوعیت کے ہیں۔ بنیادی اختلاف یہ ہے کہ روس اپنی عظمت اور طاقت کے زمانے میں بھی کبھی یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ اشتراکیت چین کی زرد فام رنگ اختیار کر کے دنیا پر قابض ہو جائے اور چین کسی قیمت پر یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ اشتراکیت زرد رُو ہو کر نہ ابھرے بلکہ سرخ و سفید ہو کر یورپین اشتراکیت کے طور پر دنیا پر قابض ہو۔ پس درحقیقت ان دونوں قوموں کے درمیان جو حسد تھا وہ زرد قوم اور سرخ و سفید قوم کے درمیان حسد تھا جو اپنے جلوے دکھاتا تھا اگرچہ دبا رہا اور دنیا کی نظر میں اس طرح ابھر کے نہیں آیا لیکن جو لوگ ان کی قومی نفسیات سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ اشتراکیت کے جھگڑے نہیں تھے بلکہ چینی قوم کے یعنی زرد رُخ چینی قوم کے سفید اور سرخ رُخ رکھنے والی روسی قوموں سے JEALOUSY تھی یا حسد تھا جو دراصل اِن اختلافات کو ہوا دے رہا تھا اور اس کے نتیجے میں جو عدم اعتماد پیدا ہوتا ہے وہ بہرحال پیدا ہوا۔ تو یہ جو بدلتے ہوئے حالات ہیں ان میں یہ اختلافات اور بھی زیادہ بڑھنے والے ہیں اور ان سے ساتھ جماعت احمدیہ کو براہِ راست مقابلہ کرنا ہوگا۔

چونکہ اب وقت زیادہ ہوگیا ہے اور تمہید ہی جو کافی وقت چاہتی تھی مشکل سے ختم ہوئی ہے۔ اس لئے اس مضمون کو میں آج یہاں ختم کرتا ہوں۔ آئندہ جمعہ چونکہ تحریک جدید کے موضوع پر دیا جاتا ہے اس لئے آئندہ خطبے میں انشاء اللہ تعالیٰ حسب توفیق تحریک جدید کا موضوع بیان ہوگا اور اس کے بعد پھر خطبہ جب آئے گا تو پھر میں اس مضمون کو جماعت احمدیہ کے تعلق میں، اس کی مذہبی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے تعلق میں بیان کروں گا کہ ہمیں کیا کیا خطرات درپیش ہیں۔ دنیا کو ان خطرات سے بچانے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہیئے اور کس قسم کے خطرات ہمارے سامنے ہیں۔

اب آخر پر میں دوبارہ عراق اور عرب اور مسلمانوں کے عمومی مفاد کے متعلق دعا کی تحریک کرنا چاہتا ہوں۔

اس مسئلے پر میں تفصیل سے پہلے روشنی ڈال چکا ہوں اس لئے اس کو دوبارہ چھیڑنے کی ضرورت نہیں۔ جو نئے حالات سامنے ابھر رہے ہیں اُن کی رُو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مغربی قومیں جیسا کہ میں نے پہلے بھی بیان کیا تھا کہ اسرائیل کے چنگل میں مکمل طور پر پھنس کر اُن کے اس منصوبے کا شکار ہو چکی ہیں کہ بہرحال عراق کی ابھرتی ہوئی طاقت کو ملیامیٹ کر دیا جائے اور اسی تسلسل میں مسلمانوں کی جو دیگر طاقتیں ہیں وہ بھی کمزور ہو جائیں اور بکھر جائیں لیکن اس سطح پر یہ مقابلے نہ ہوں کہ گویا مسلمان ایک طرف اور عیسائی ایک طرف۔ مغربی قومیں ایک طرف اور مشرقی ایک طرف بلکہ اس دفعہ کا جو منصوبہ ہے اس میں جاپان تک کو بیچ میں شامل کرنے کا پختہ منصوبہ بنایا جا چکا ہے اور آج کل جاپان میں یہی بحث چل رہی ہے کہ محض اس لئے کہ جاپان کو بھی عراق کو تباہ کرنے میں حصہ دار بنا دیا جائے جاپان کے اس قانون کو توڑنے کے لئے یا بدلنے کے لئے جاپانی اسمبلی میں ریزولیوشنز پیش کئے جا چکے ہیں جس قانون کو خود مغربی اقوام نے ایک لازمی اور غیر متبدل لائحہ عمل کے طور پر جاپان کے لئے تجویز کیا تھا کہ کبھی بھی دنیا میں جاپانی فوج اپنے ملک سے باہر جا کر کوئی لڑائی نہیں لڑے گی اور اپنے ملک سے باہر کسی اور سرزمین پر کسی قسم کی فوجی کارروائیوں میں ملوث نہیں ہوگی۔ یہی قانون جرمنی کے لئے بھی بنایا گیا تھا جو تبدیل کر دیا گیا ہے اور یہی قانون جاپان کے لئے بنایا گیا تھا تاکہ آئندہ کبھی بھی جاپانی قوم کو کسی عالمی جنگ میں شرکت کا خیال تک پیدا نہ ہو اور مسلمان دشمنی میں اور عرب دشمنی میں کہہ لیجئے مگر میرے خیال میں تو زیادہ صحیح تشریح یہ ہے کہ مسلمان دشمنی میں، انہوں نے اب جاپان کو بھی اس رنگ میں ملوث کیا ہے کہ وہ بھی ساری دنیا کے ساتھ مل کر

مسلمانوں کی موجودہ ابھرتی ہوئی بڑی طاقت

کو کلیتہً نیست و نابود کردے تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ یہ مغربی دنیا کا کھیل ہے اور اس موضوع پر نہ مشرق اور مغرب کی تقسیم ہو، نہ اسلام اور غیر اسلام کی تقسیم ہو۔ عرب ممالک بھی ساتھ ہوں۔ مسلمان ممالک بھی ساتھ ہوں، مغربی بھی ہوں اور مشرقی بھی اور جاپان چونکہ ایک بہت بڑی طاقت رکھتا ہے اور جاپان کے چونکہ اقتصادی مفادات تیل کے ملکوں سے بڑے گہرے وابستہ ہیں اس لئے اُن کو یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر جاپان الگ رہا تو بعد کی ابھرتی ہوئی شکل میں جن نفرتوں نے جنم لینا ہے اس کا نشانہ صرف مغربی طاقتیں نہ بنیں بلکہ جاپان بھی ساتھ شامل ہو جائے کیونکہ اقتصادی طور پر اگر مقابلہ ہے تو جاپان ہی سے ہے۔ بہرحال بہت ہی ہوشیاری کے ساتھ بہت ہی عظیم منصوبے کے تحت جاپان کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔

اِن کی مختلف ممالک میں جو کانفرنسز ہو رہی ہیں اور ان کے دانشور جن خیالات کا اظہار کر رہے ہیں اس کا خلاصہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں تاکہ آپ کو اندازہ ہو کہ کتنا بھیانک منصوبہ ہے جس کے نتیجے میں اتنا گہرا اور لمبا نقصان عالم اسلام ہی کو نہیں بلکہ دوسری مشرقی دنیا کو بھی پہنچے گا کہ پھر اس سے بعض ممالک شاید جانبر ہی نہ ہو سکیں اور بہت دیر تک یہ ممالک اپنے زخم چاٹتے رہیں گے۔ اس کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اتنی بڑی جنگ جو وہاں ٹھونسی جا رہی ہے اور اتنے بڑے اخراجات کئے جا رہے ہیں یہ اخراجات کیسے پورے ہوں گے اور تیل کی جو بڑھتی ہوئی قیمت ہے اس کے نتیجے میں یورپ کو اور دوسری مغربی دنیا کی صنعت کو نقصان پہنچے گا اس کا ازالہ کیسے ہوگا۔ مختلف ممالک میں مختلف سیمینارز ہو رہے ہیں اور اُن کی رپورٹیں مجھے پہنچتی ہیں، وہ سب تفصیل تو نہیں صرف دعا کی تحریک کے طور پر میں یہ خلاصہ آپ کو بتاتا ہوں۔

منصوبہ یہ ہے کہ اس جنگ کا تمام خرچ عرب مسلمان قوموں سے وصول کیا جائے گا اور ان معاہدات پر دستخط ہو چکے ہیں کہ یہ جو جنگ ٹھونسی جائے گی اور ٹھونسی جا رہی ہے اس کا بل سعودی عرب سے لیا جائے گا اور کویت سے اور دوسری قومیں جتنی بھی شامل ہیں اُن سے اس کی قیمت وصول کی جائے گی خاص طور پر سعودی عرب کو یہ بل سب سے زیادہ ادا کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ اور چونکہ سعودی عرب کے اکثر خزانے پہلے سے ہی امریکہ کے ہاتھ میں موجود ہیں اس لئے اُن کے بھاگ جانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دوسری بات یہ کہ تیل کی قیمت بڑھنے کے نتیجے میں مغرب کو جو نقصان پہنچ رہا ہے اس کے متعلق یہ معاہدہ ہو چکا ہے کہ مغربی قوموں کو وہ زائد قیمت یہ مسلمان ممالک واپس کریں گے جو موجودہ مشکلات کی وجہ سے اُن کو بڑھانی پڑی یا موجودہ حالات کے نتیجے میں جو بڑھ گئی ہے۔ یہ تو یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ معاہدے کس رنگ میں ہوئے ہیں لیکن ان کے دانشوروں نے اپنی تقریروں میں مختلف کانفرنسز میں یہ بیان کھلے دیئے ہیں اور اس سے زیادہ ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ یہ بیان بہرحال دیئے گئے ہیں کہ ہم آپ کو اطمینان دلاتے ہیں آپ کی اقتصادیات کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا کیونکہ ہمارا اُن سے یہ سمجھوتہ ہو چکا ہے کہ جتنی بڑھی ہوئی قیمت وہ ہم سے وصول کریں گے اور موجودہ شکل میں مجبور ہیں کہ اس قیمت کو کم نہ کریں ورنہ دنیا کے باقی ممالک سے بھی وہ وصول نہیں کر سکتے۔ اس لئے تیل کے بڑھے ہوئے منافع میں سے جہاں تک عرب منافع کا تعلق ہے وہ واپس کیا جائے گا اور جہاں تک مغربی تیل کی بڑھی ہوئی قیمت کا منافع ہے وہ پہلے ہی ان کی جیب میں موجود رہے گا۔ اس کے علاوہ یہ بھی فیصلہ ہو چکا ہے کہ صرف یہ سوال نہیں ہے کہ کویت واپس لیا جائے۔ سوال یہ ہے کہ صدام حسین کی تمام بڑھتی ہوئی طاقت کو ہر پہلو سے ہر جگہ کچل دیا جائے۔ اسی لئے آپ نے اب ایک نیا شاخسانہ سنا ہوگا کہ کہہ رہے ہیں کہ صرف کیمیاوی جنگ کی صلاحیت نہیں ہے صدام حسین کو بلکہ BIOLOGICAL WARFARE کی صلاحیت بھی ان کے اندر موجود ہے اور انہوں نے ایسے جراثیم کو محفوظ طریقے پر بڑھا کر بموں کی شکل

میں دوسرے علاقوں میں منتقل کرنے کے ذرائع ان کو مہیا ہو چکے ہیں اور ٹیکنالوجی حاصل ہو چکی ہے کہ جس کے نتیجے میں یہ بہت ہی خطرناک جراثیم غیر قوموں میں پھیلائے جا سکتے ہیں اور اس کے لئے پیش بندی کرنا بہت مشکل کام ہے۔ مثلاً اینتھریکس ہے ایک۔ ایسا جرثومہ ہے جس کے نتیجے میں جسم پر خوفناک قسم کے پھوڑے بھی نکلتے ہیں۔ خون میں POISONING ہو جاتی ہے اور بہت ہی دردناک حالت میں موت واقع ہوتی ہے۔ اینتھریکس کو جنگی ہتھیاروں کے طور پر استعمال کرنے کی ایجاد اگرچہ مغرب ہی کی ہے لیکن کہا جاتا ہے کہ یہ ٹیکنالوجی عراق کو بھی حاصل ہو چکی ہے۔ اسی طرح ٹائیفائیڈ ہے۔ کالرا (CHOLERA) ہے۔ اسی قسم کی اور بہت سی مرضیں ہیں جن سے خود حفاظتی کے لئے اگرچہ ٹیکے ایجاد ہو چکے ہیں لیکن مغربی مفکرین یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ عراق ان کو آپس میں ملا کر ایسی خوفناک پوٹینز (POTIENS) یا ملی جلی جس طرح کہ ادویہ ہوتی ہیں۔ ان کا ایک مرکبات کہہ لیں یا معجونیں کہہ لیں، ان مختلف جراثیم کے مرکبات اور معجونیں بنا کر ان کو دنیا میں پھیلا دیں گے اور یہ ناممکن ہے کہ ہر ایک کے لئے خود حفاظتی کی اور دفاعی کارروائی کی جا سکے۔

اب جہاں تک میرا علم ہے ابھی تک چند دن سے پہلے یہ باتیں دنیا کے سامنے نہیں لائی گئی تھیں، نہ کہیں کبھی عراق کی طرف سے ایسی دھمکی دی گئی۔ عراق نے جب بھی دھمکی دی ہے کیمیاوی جنگ کی دھمکی دی ہے لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اب دنیا کی رائے عامہ پر مکمل طور پر قبضہ کرنے کی خاطر یہ باتیں بھی داخل کر رہے ہیں اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ سچ ہے یا جھوٹ ہے لیکن مقصد یہ ہے کہ اگر ہم عراق کو کلیتہً تباہ و برباد کریں اور وہاں کچھ بھی باقی نہ چھوڑیں تو دنیا کی رائے عامہ مطمئن ہو جائے کہ اصل وجہ یہ تھی۔ اور یورپ اور مغرب میں جب یہ باتیں بیان کرتے ہیں کہ ہمارا معاہدہ ہو چکا ہے اس بات پر اور اس بات پر تو یہ وجہ نہیں ہے کہ اپنے راز خود اگل رہے ہیں بلکہ پروپیگنڈے کے ہتھیار کے طور پر یہ باتیں بتانے پر مجبور ہیں ورنہ مغربی رائے عامہ اتنا اقتصادی رجحان رکھتی ہے کہ اگر یہاں یہ بات ذہن نشین ہو جائے کہ اس جنگ کے نتیجے میں شدید اقتصادی نقصانات ہمیں پہنچیں گے تو مغربی رائے عامہ یقیناً اپنے سیاستدانوں کو اس جنگ کی اجازت نہیں دے گی۔ پس یہ ان کی مجبوریاں ہیں۔ یہ نہیں کہ کسی جاسوس نے یہ باتیں نکالی ہیں۔ کھلے عام اب یہ باتیں ہو رہی ہیں۔ وجہ اس کی یہی ہے کہ رائے عامہ کو ابھارنا ہے اور رائے عامہ کو اکٹھا کرنے کی خاطر یہ قربانی کرنی پڑتی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جنگ کی پوری تیاری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی جنگ اب ٹھونسی جائیگی اس میں عالم اسلام خود عالم اسلام کے دور رس مفادات کو ہمیشہ کے لئے تباہ و برباد کرنے کے لئے پوری مستعدی سے ان کا ساتھ دے رہا ہوگا۔ اس سے زیادہ بھیانک تصور انسان کے دماغ میں اسلام کے تعلق میں نہیں ابھر سکتا کہ اکثر مسلمان۔ دنیا کی اکثر مسلمان قومیں جن میں پاکستان بھی شامل ہے مغربی دنیا کا اس بات میں بھرپور ہاتھ بٹائیں اور ان کے افعال کی پوری ذمہ داری قبول کریں کہ ایک ابھرتی ہوئی اسلامی طاقت کو اس طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے کہ اس کا نام و نشان تک مٹ جائے۔ ہمارے پاس تو سوائے دعا کے اور کوئی ہتھیار نہیں اور میں پہلے بھی جماعت کو متوجہ کر چکا ہوں۔ میں بھی ہمیشہ دعا کرتا ہوں اور آپ بھی مجھے یقین ہے کہ دعاؤں میں اس بات کو یاد رکھتے ہوں گے۔ یہ خطرہ سارے عالم اسلام کے لئے خطرہ ہے اور کوئی معمولی خطرہ نہیں۔ اس کے عقب میں بہت سے اور خطرات آنے والے ہیں۔ ان باتوں کے ردّ عمل پھر اور بھی پیدا ہوں گے اور اس کے نتیجے میں پھر نسلی تعصبات اور بھی زیادہ ابھریں گے اور دنیا کا اگلا جو نقشہ ہے وہ آئندہ پلٹنے والے دور سے گزرنے والا ہے نئے نقشے بننے میں تو ابھی دیر ہے لیکن اس دور میں اگر ہم متحد ہو جائیں اور دعاؤں کے ذریعہ اور اپنی ذہنی و قلبی صلاحیتوں کے ذریعے ان تمام خدشات کا مقابلہ کرنے کے لئے اور اسلام کے سامنے سینہ سپر ہونے کے لئے تیار ہو جائیں۔ پورے اخلاص کے ساتھ عہد کریں کہ ہم ہرگز اسلام کی بقاء کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے تو پھر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہماری دعائیں اور ہماری پرخلوص کوششیں یقیناً دنیا کے حالات پر اچھے رنگ میں اثر انداز ہوں گی اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ اسلام کے خلاف سازشوں کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

تجدید عہد

گئے ہیں تجھ سے جو عہد و پیماں ہمارے دل میں جواں رہیں گے
زمانہ جتنے ستم بھی ڈھائے ترے رہیں گے جہاں رہیں گے
چراغ ہم نے لہو سے اپنے قدم قدم پہ جلا دیئے ہیں
جنوں کے صحرا میں کہکشاں سے ان آبلوں کے نشاں رہیں گے
کبھی جو مشکل کبھی راہ میں، تقاضا ہم رکے تھے نہ رک سکیں گے
یہ قافلے ہیں صدا قتوں کے یہ سوئے منزل رواں رہیں گے
اُٹھیں گے گرچہ ہزاروں طوفاں رقابتوں کے اذیتوں کے!
مگر ہمارے یقین و ایماں سپر رہے ہیں سناں رہیں گے
ہماری چاہت! ہمارے جذبے! نہ چھپ سکی ہے نہ چھپ سکیں گے
جو ضبطِ غم سے نہ لب ہلیں گے تو اشک بن کر عیاں رہیں گے
جو اُن سے ہونا تھا کر چکے وہ جو ہم نے کہنا ہے کہہ رہے ہیں
ہمیں سے قائم ہے دینِ احمدؐ یہ حرف وردِ زباں رہیں گے
قسم ہے تیری! اے جانِ جاناں یہ جاں امانت ترے لئے ہے
ابھی چکا دے یہ قرض جاں کا! نہ جانے کل تک کہاں رہیں گے

● جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۹۰ء کے تیسرے دن کے پہلے اجلاس میں یہ نظم پڑھی گئی۔

طالب دعا
پروفیسر کرامت راج

ولادت

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محترم منیر احمد صاحب حافظ آبادی ایم اے ناظر امور عامہ قادیان کے گھر مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۹۱ء کو بیٹی ہوئی ہے۔ بچی قبل از ولادت وقف نو کے تحت وقف ہے۔ سیدنا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے از راہ شفقت بچی کا نام "منصورہ نصیر" تجویز فرمایا ہے۔ نومولودہ محترم بشیر احمد صاحب حافظ آبادی درویش کی پوتی اور محترم محمد دین صاحب بدر درویش کی نواسی ہے۔ بچی کی والدہ محترمہ نصرت بیگم صاحبہ بدر کی صحت و تندرستی و نومولودہ کی صحت و سلامتی و نیک صالح خادمہ دین بننے کے لئے دعا کی درخواست ہے

ادریس احمد اسلم نائب ناظر دعوت و تبلیغ

پروگرام دورہ برائے انسپکٹران بیت المال آمد

جملہ جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کی اطلاع کیلئے تحریر ہے کہ نظارت ہذا کے انسپکٹران بغرض پڑتال حسابات و وصولی چندہ جات نیز تشخیص بجٹ ۱۹۹۱-۹۲ء کے سلسلہ میں مورخہ ۲۰/۱/۹۱ سے دورہ شروع کر رہے ہیں۔ متعلقہ جماعتوں کے صدر صاحبان و سیکرٹریان مال کو نظارت کی طرف سے بذریعہ خطوط اطلاع دی جا رہی ہے۔ لہٰذا جملہ عہدیداران جماعت و مبلغین سلسلہ سے نظارت ہذا کے انسپکٹران کے ساتھ کماحقہ تعاون کی درخواست ہے۔

(۱)	تامل ناڈو کیرلہ۔	مکرم مولوی محمد طاہر صاحب
(۲)	کرناٹک۔	" " سید صباح الدین صاحب
(۳)	آندھرا۔ بنگال و اڑیسہ۔	" " سید نصیر الدین "
(۴)	یوپی۔ بہار۔ راجستھان۔	" " محمد مقبول صاحب ملک

(ناظر بیت المال آمد قادیان)

شاہراہِ غلبۂ اسلام میں ”ہماری داستاں یہ ہے!“

از محترم حافظ ڈاکٹر صالح محمد الٰہ دین صاحب امیر صوبائی آندھرا پردیش

الحمد للہ کہ آندھرا پردیش میں جماعتِ احمدیہ کی بہترین انداز سے تبلیغ کرنے کے مواقع اللہ تعالیٰ پیدا کر رہا ہے۔ اور ذرائع ابلاغ کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ ماہِ اکتوبر میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے متعدد مواقع تبلیغ کے ملے۔ یہ جو کچھ ہے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں اور خصوصی توجہ کا نتیجہ ہے۔ نیز حضور انور کے ارشاد کے مطابق نفرتوں کو ختم کرنا جماعت کی ذمہ داری ہے۔

خاکسار کی ٹیلی ویژن پر تقریر

مورخہ ۲۶ اکتوبر کو خاکسار کی تقریر ”قومی یکجہتی“ کے عنوان پر آندھرا پردیش کے ٹیلی ویژن سے دکھائی اور سنائی گئی۔ خاکسار نے اپنی تقریر میں بتایا کہ قرآن مجید جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مقدس کتاب نازل فرمائی اُس میں سب سے پہلے یہ بات بتائی کہ

الحمدُ للہِ ربِّ العٰلمین

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ خدا عربوں کا رب ہے یا مسلمانوں کا رب ہے بلکہ یہ فرمایا گیا کہ خدا تعالیٰ سب جہانوں کا رب ہے۔ پارسی ہو، ہندو ہو یا یہودی ہو یا مسلمان ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمت سب کے لئے ہے۔ جیسے سورج ہے چاند ہے ہر سب کے لئے یکساں چڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت عام ہے لہذا ہماری محبت کا دائرہ بھی وسیع ہونا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ کی ہم سب عبادت کرتے ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے سب جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ آپ کو مسلمانوں کے لئے ہی رحمت بنایا گیا۔ بلکہ آپؐ سب کے لئے بلا تخصیص رحمت تھے۔ نیز خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تم بتوں کو بُرا بھلا نہ کہو ورنہ وہ لوگ تمہارے خدا کو کم علمیت کی وجہ سے بُرا بھلا کہیں گے۔ ہم سب کو چاہیئے کہ ہم پیار و محبت سے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔

محترم مولانا حمید الدین صاحب شمس کی تقریر ٹیلی ویژن پر

مورخہ ۲۹ اکتوبر جس روز حیدر آباد میں بد امنی کی وجہ سے کرفیو لگا دیا گیا اسی روز ٹیلی ویژن والوں نے محترم مولانا حمید الدین صاحب شمس فاضل انچارج احمدیہ مسلم مشن آندھرا پردیش کی تقریر دکھائی۔ اس کی رپورٹ بدر میں آ چکی ہے۔

ایک زنکاری دوران سے مولانا شمس صاحب کا کامیاب تبادلہ خیالات بھی ہوا جس کی رپورٹ شائع ہو چکی ہے۔

قومی یکجہتی ریلی میں مخاطبت

ماہِ اکتوبر میں بابری مسجد و رام جنم بھومی کے سلسلہ کی وجہ سے فضا مکدر ہو چکی تھی چنانچہ محترم سیٹھ ہتی مل صاحب جین جو سکندر آباد کی معروف شخصیت ہیں، نے اپنے سیکرٹریان کے ذریعہ ہم سے رابطہ پیدا کیا کہ ہم ایکتا اور محبت پیدا کرنے کے لئے ایک ریلی نکالنا چاہتے ہیں۔ لہذا جماعتِ احمدیہ بھی ہمیں اس تعلق سے تعاون دے اور شرکت کرے۔ چنانچہ خاکسار اور محترم مولانا حمید الدین صاحب شمس فاضل انچارج احمدیہ مسلم مشن آندھرا پردیش اور محترم سیٹھ یوسف احمد الٰہ دین صاحب نے شرکت کی۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ اس قسم کی جماعت کی تشہیر اس سے پہلے شاید بہت کم ہوئی کہ ریلی میں بار بار غیر مسلم افراد جماعتِ احمدیہ کا ذکر کر رہے تھے کہ یہ ریلی فلاں فلاں تنظیموں کے اشتراک سے نکالی جا رہی ہے۔ جس میں جماعتِ احمدیہ کا بار بار ذکر کیا جا رہا تھا۔ فالحمدُ للہ علیٰ ذٰلک۔

● — اس ریلی میں مکرم سیٹھ ہتی مل صاحب جین نے اسٹیشن کے قریب میں، مارکیٹ میں اور باٹا کمپنی کے چوراہے میں، تقاریر کا انتظام کیا۔ ان مقامات پر بہت بھیڑ رہتی ہے۔ محترم مولانا شمس صاحب کے تین لیکچر

(۱) وَ لِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ۔

(۲) مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا۔

(۳) قومی یکجہتی۔

کے عنوانات پر ہوئے۔ جس کا خاطر خواہ اثر ہوا اور ہزاروں افراد تک احمدیت کا پیغام پہنچا۔ بلکہ بعض غیر احمدی لوگ بھی محترم مولانا شمس صاحب سے خواہش کرتے کہ آپ تقریر کریں۔ الحمدُ للہ کہ ان تقاریر کو پسند کیا گیا جو سینکڑوں غیر احمدیوں اور غیر مسلموں نے سنیں اور اس طرح احمدیت کا تعارف کروانے کا سبب بنیں۔ محترم سیٹھ یوسف احمد الٰہ دین صاحب نے اس موقع پر لٹریچر تقسیم فرمایا۔ مکرم حمید اللہ صاحب، مکرم خالد احمد صاحب ضمیر اور مکرم محمود احمد صاحب بھی اس ریلی میں آخر پر شامل ہو گئے تھے۔

اسی دن ریلی کے مناظر ٹیلیویژن پر خبروں میں دکھائے گئے۔ خاص طور پر مشن کی جیپ اور محترم شمس صاحب کو بھی دکھایا گیا۔ الحمدُ للہ۔

ان دنوں جو تبلیغی امور آندھرا پردیش میں انجام پا رہے ہیں ان سے مخالف کافی بوکھلا گیا ہے۔ چنانچہ گزشتہ دنوں تعمیرِ ملت کے زیرِ اہتمام ایک کتاب ”قادیانی مسلمان نہیں ہیں“ کثیر تعداد میں شائع کر کے تقسیم کی گئی ہے جس کے دیباچہ کی ابتدائی سطروں میں انہوں نے اظہار کیا کہ:-

”چند سالوں سے قادیانیوں نے ان علاقوں میں اپنی سرگرمیاں بہت تیز کر دی ہیں۔ اور ذی اثر افراد کی مہمان نوازی کر کے اور قادیان لے جا کر اُن کی خدمت کی جاتی اور اُن کے ذریعہ علاقوں پر اثر ڈالا جا رہا ہے۔“

بہر صورت جماعتِ احمدیہ اس وقت فتح کی منزل میں داخل ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور کی منشاء کے مطابق تبلیغی امور انجام دینے کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ ہماری کمزوریوں کو دور فرمائے اور دنیا سے نفرتوں کو دور کرنے کی توفیق بخشے تا اقوامِ عالم میں اتحاد اور [illegible] پیدا ہو کر امن کا قیام ہو اور انسانیت کا رشتہ مضبوط بنیادوں پر استوار ہو جائے۔

اَللّٰھُمَّ اٰمِین

رمضان المبارک میں فدیۃ الصیام کی ادائیگی!

از محترم امیر صاحب جماعتِ احمدیہ۔ قادیان

جماعتِ مومنین کے لئے ایک بار پھر ان کی زندگیوں میں رمضان المبارک آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم کو اس ماہِ صیام کی برکات سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ ان کے روزے اور دیگر عبادات مقبول ہوں۔

رمضان شریف کے مبارک مہینے میں ہر عاقل و بالغ اور صحت مند مسلمان مرد اور عورت کے لئے روزہ رکھنا فرض ہے۔ روزے کی فرضیت ایسی ہی ہے جیسے دیگر ارکان اسلام کی۔ البتہ جو مرد یا عورت بیمار ہو نیز ضعیف پیری یا کسی دوسری حقیقی معذوری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکتا ہو اُس کو اسلامی شریعت نے فدیۃ الصیام ادا کرنے کی رعایت دی ہے۔ اصل فدیہ تو یہ ہے کہ کسی غریب محتاج کو اپنی حیثیت کے مطابق رمضان مبارک کے روزے کے عوض کھانا کھلا دیا جائے۔ اور یہ صورت بھی جائز ہے کہ نقدی یا کسی اور طریق سے کھانے کا انتظام کر دیا جائے تاکہ وہ رمضان المبارک کی برکات سے محروم نہ رہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک فرمان کے مطابق تو روزہ دار بھی جو استطاعت رکھتے ہوں، فدیۃ الصیام دینا چاہیئے تاکہ ان کے روزے قبول ہوں۔ اور جو کمی کسی پہلو سے اُن کے اس نیک عمل میں رہ گئی ہے وہ اس زائد نیکی کے صدقے پوری ہو جائے۔

اس لئے ایسے احباب جماعت احمدیہ بھارت جو مرکز سلسلہ قادیان میں جماعتی نظام کے تحت اپنے فدیۃ الصیام کی رقوم مستحق غرباء اور مساکین میں تقسیم کروانے کے خواہشمند ہوں وہ ایسی جملہ رقوم ”امیر جماعت احمدیہ قادیان“ کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ انشاء اللہ اُن کی طرف سے اس کی مناسب تقسیم کا انتظام کر دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان المبارک کی برکات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی توفیق دے اور سب کے روزے اور دیگر عبادات قبول فرمائے۔ آمین۔

قائدِ علاقائی

مکرم واصف احمد صاحب انصاری کی بطور قائدِ علاقائی آندھرا پردیش منظوری دی جاتی ہے۔ جملہ قائدین مجالس خدام الاحمدیہ آندھرا موصوف سے بھرپور تعاون فرمائیں —!!

صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت

جماعت ہائے احمدیہ برطانیہ کی طرف سے قرارداد تعزیت

یہ خبر احباب جماعت احمدیہ برطانیہ کے لئے بہت صدمہ کا موجب ہوئی کہ جماعت احمدیہ کے ایک ممتاز خادم مکرم چودھری شیخ محمد صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ لاہور گزشتہ دنوں پاکستان میں وفات پا گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

محترم چودھری صاحب مرحوم و مغفور کو اللہ تعالیٰ نے لاہور میں ۴۰ سال تک مختلف جماعتی عہدوں پر کام کرنے اور خدمت بجالانے کی توفیق عطا فرمائی۔ آپ عرصہ تیس سال سے نائب امیر لاہور کے طور پر خدمت بجا لا رہے تھے۔ آپ خدمت دین اور اخلاص کی ایک تابندہ مثال تھے اور ایک خاموش اور بے ریا خادم سلسلہ کے طور پر ایک بلند مقام پر فائز تھے۔ احباب جماعت احمدیہ برطانیہ اس موقع پر دلی جذبات تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ اپنے قرب میں بلند مقام عطا فرمائے اور جملہ پسماندگان اور متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)۔

دعائے مغفرت

میرے چھوٹے بھائی مکرم حکیم رشید احمد صاحب آف رتن باغ لاہور ابن مکرم نور احمد صاحب مرحوم درویش قادیان مورخہ ۹۰/۱۲/۲ بروز اتوار صبح ۷½ بجے بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ ان کی عمر ۶۲ سال تھی۔ نماز جنازہ مکرم احمد محمد خان صاحب مربی سلسلہ دہلی دروازہ لاہور نے پڑھائی اور تدفین احمدیہ قبرستان ماڈل ٹاؤن میں ہوئی۔ قبر تیار ہونے پر خاکسار نے دعا کروائی۔ لاہور کے احباب نے جس حسن خلوص اور محبت کا ہمارے ساتھ اس غم میں سلوک کیا ہے وہ قابل تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزا دے۔

خاکسار: نذیر احمد درویش قادیان۔ حال مقیم لاہور۔

خدام و اطفال کے ممبری چندہ کی نئی شرح

مجلس شوریٰ خدام الاحمدیہ بھارت منعقدہ اکتوبر ۱۹۹۰ء کی سفارش پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خدام و اطفال کے ممبری چندہ کی شرح میں اضافہ کئے جانے کی منظوری مرحمت فرما دی ہے۔ نئی شرح درج ذیل ہے:-

خدام:-

طلباء : ایک روپیہ ماہوار

برسرروزگار : ماہانہ آمد کا 1.5% (ڈیڑھ فی صد)

اطفال:- پچاس پیسے ماہوار (50-0)

جملہ مجالس خدام الاحمدیہ بھارت اپنا بجٹ نئی شرح کے مطابق بنا کر بھجوائیں۔

صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت

عراق حضرت فضل عمرؓ کی نظر میں!

(بقیہ صفحہ اول)

شرق اوسط کی تشویش انگیز صورت حال پر مبسوط اور جامع تبصرہ کرتے ہوئے دنیا بھر کے احمدیوں سے خصوصی دعاؤں کی تحریک فرمائی ہے ؎

بُتِ مغرب ہے نازاں پر مائل | اپنے بندوں کو بے نیازی بخش
حوصلہ کو چاروں شانے چت کر دیں | مومنوں کو وہ راستبازی بخش
زوج اقدام و دوربین نگاہ | قلب شیر و نگاہِ بازی بخش
سید الانبیاءؐ کی امت کو | جو ہوں غازی بھی وہ نمازی بخش

(کلام محمودؓ)

ولادت

(۱)۔ مورخہ ۹۰/۱۱/۲۰ کو اللہ تعالیٰ نے مکرم عبد القادر صاحب شجیع یادگیر کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ بچے کا نام عبد الموصوف عابد رکھا گیا ہے۔ نومولود مکرم رحمت اللہ صاحب جینا کا پوتا اور مکرم فاروق احمد صاحب شاہ آباد کا نواسہ ہے۔ اور یہ بچہ تحریک وقف نو میں وقف ہے۔ احباب جماعت سے بچہ کے نیک اور صالح ہونے کی درخواست دعا کرتے ہیں۔ اس خوشی کے موقع پر مبلغ ۲۰/- روپے عبد القادر صاحب شجیع نے اعانت بدر میں ادا کئے ہیں۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ۔ (منیجر بدر)

(۲)۔ خاکسار کی ہمشیرہ واہلیت اہلیہ مکرم پی کے شاہ الحمید صاحب کو خدا تعالیٰ نے پہلا بیٹا عطا کیا ہے جو حضور انور کی تحریک وقف نو میں شامل ہے۔ نومولود کا نام حضور انور نے رضاء الحمید تجویز فرمایا ہے۔ نومولود مکرم پی کے کوچنی صاحب آف کونٹ کا پوتا اور مکرم ایم کے علی صاحب آف ایرایورم کا نواسہ ہے۔ بچے کی صحت و تندرستی اور نیک و صالح بننے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ مبلغ ۲۵/- روپیہ اعانت بدر میں ادا کئے گئے۔ خاکسار: ایم۔ اے۔ زین العابدین متعلم وقف جدید کالج ورنگل۔

دعائے آمین

مکرم مولوی ہارون رشید صاحب مبلغ بھاگلپور تحریر فرماتے ہیں کہ عزیزم ناتیج شریف ولد مکرم شریف عالم صاحب آف بھاگلپور نے مورخہ ۹۰/۱۰/۳۱ بروز بدھ ناظرہ قرآن کریم ختم کیا۔ ان کے مکان شاہی منزل میں خاکسار نے دعا کروائی۔ بعدہ شیرینی تقسیم کی گئی۔ اس خوشی کے موقعہ پر مکرم شریف عالم صاحب نے اعانت بدر میں بطور شکرانہ مبلغ ۲۵/- روپیہ ادا کئے۔ عزیزم کے نیک صالح اور خادم دین ہونے اور تعلیم القرآن پر عمل کرنے والا بننے کے لئے درخواست دعا ہے۔

خالص اور معیاری زیورات کا مرکز
الرحیم جیولرز
پروپرائیٹر: سید شوکت علی اینڈ سنز
پتہ: ۔۔۔ رکابہ مارکیٹ حیدری۔ ناظم آباد۔ کراچی۔ فون: ۶۲۹۴۴۳-۱

طالبان دعا:-
آٹو ٹریڈرز
۱۹ امیسنگولین۔ کلکتہ ۔ ۷۰۰۰۰۱

اِرشادِ نبوی
اِحْفَظْ لِسَانَکَ
(ترجمہ)
تو اپنی زبان کی حفاظت کر

"ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں"
(کشتی نوح)
CALCUTTA-15.
اعلیٰ ترین ۔۔۔ جوتے

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ
YUBA
ٹیلیفون نمبر: ۲۷-۶۳۲۸-۶۳۴۷-۵۳۰۹
۔۔۔ کلکتہ

پرنٹر ۔۔۔ روزنامہ بدر قادیان ۔۔۔ مورخہ ۱۷ ارجنوری ۱۹۹۱ء ۔۔۔ رجسٹرڈ نمبر ایل ۔۔۔ گورداسپور